عنوان	تیرا میرا افسانہ
لکھاری	ماہنور سعید
پلیٹ فارم	ناول ہی ناول"اور"آن لائن ویب چینل
پبلیشر	ناول ہی ناول"اور"آن لائن ویب چینل
ویب سائیٹ	NovelHiNovel.Com & OnlineWebChannel.Com
واٹس ایپ	+923155734959
جی میل	NovelHiNovel@Gmail.Com OnlineWebChannel @Gmail.Com

انتباہ !

یہ ناول "ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل "کی ویب سائٹ نے لکھاری کی فرمائش پر آپ سب کے لیے پیش کیا ہے۔

اس ناول کا سارا کریڈٹ رائٹر کو جاتا ہے۔اس ناول میں غلطیاں بھی ممکن ہیں کیونکہ انسان خطا کا پتلا ہے تو اس ناول کی غلطیوں کی زمہ دار ویب نہیں ہو گی صرف اور صرف رائٹر ہی ہو گا ویب نے صرف اسے بہتر انداز سے سنوار کر آپ سب کے سامنے پیش کیا ہے۔اس ناول کو پڑھیے اور اس پر تبصرہ کر کے رائٹر کی حوصلہ افزائی کیجیے۔

اپنے ناولوں کا پی ڈی ایف بنوانے کے لیے واٹس ایپ پر رابطہ کریں

+923155734959

اس ناول کے تمام رائٹس "ناول ہی ناول"،" آن لائن ویب چینل "اور لکھاری کے پاس محفوظ ہیں۔ لکھاری یا ادارے کی اجازت کے بغیر ناول کاپی کرنا یا کسی حصہ کو شائع کرنا قانوناً جُرم ہے،

Novel Hi Novel & Online Web Channel

السلامُ علیکم !

ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل آپ کے لیے لایا ایک سنہری موقع

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنے قلم کی آواز کو لوگوں تک پہچانا چاہتے ہیں، تو اپنی لکھی گئی کوئی بھی تحریر (حمد، نعت، ناول، افسانہ، آرٹیکل، ریسیپی، نظم، غزل، اقوال) یا جو بھی آپ کے ذہن میں ہو اور آپ لکھنا چاہتے ہیں، ہم تک پہچائیں۔ ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل بنے گا وہ سیڑھی جو آپ کو آپ کی پسندیدہ ویب سائیٹ تک پہنچانے کا ذریعہ بنے گا۔ اگر آپ اپنی تحریریں ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل کی ویب سائیٹ میں دینا چاہتے ہیں تو رابطہ کریں۔ ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل آپ کو آپ کے عین مطابق پلیٹ فارم مہیا کر رہا ہے تو جلدی سے قلم اٹھائیں اور لکھ ڈالیں جو آپ کے ذہن میں مرکوز ہے۔ شکریہ !

اپنی تحریریں ہمیں اس پتہ پر ارسال کریں۔

NovelHiNovel.Com & OnlineWebChannel.Com

NovelHiNovel & OWC Official

NovelHiNovel@Gmail.Com

OnlineWebChannel @Gmail.Com

03155734959

تیرا میرا افسانہ

ماہنور سعید کے قلم سے

این ایچ این اور او ڈبلیو سی پبلیشرز

OWC NHN OWC NHN NovelHiNovel.Com OnlineWebChannel.Com

عید کے چاند نکلنے کا شور جب اس کے کانوں میں پڑا-وہ وہیں سے چھت کی سیڑ ھیوں کی طرف ہی جا رہی تھی کہ پیچھے سے ارم بیگم نے آواز لگائی۔

"نور بیٹا دھیان سے" !....

ارم بیگم کی آواز پر اس نے یوں پیچھے دیکھا کہ اس کے بال جھٹک کے دوسری طرف ہوے اور چند لمحے کے لیے اس کے منہ پر بھی آئے اور اس نے مڑ کر امی کو معصوم سی شکل بناتے ہوا کہا۔

"جی امی جان"!

کہ کہیں امی اسے راستہ میں ہی نہ روک لیں یہ دل میں سوچنے کے بعد اس نے پھر اپنی امی کو تسّلی دیتے ہوے کہا۔

"بس! چاند دیکھ کر آرہی ہوں".

اور وہ بھاگتی ہوئی اوپر چلی گئی۔

"یہ لڑکی نہیں سُدھرے گی"!

یہ بڑبڑاتے ہوئےاِرم بیگم کچن کی طرف چل دیں۔

)وہ ارم بیگم اور سیکندر صاحب کی ایک اکلوتی بیٹی تھی(

تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس کی پایل بھی چھن چھن کر رہی تھی.اور وہ جو سفید پٹیالا شلوار قمیض میں ملبوس چاند کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی تھی۔ایک التجا بھرے لہجے میں کہہ رہی تھی "یااللہ جی بس بس اس بار پاس کروادیں اِن پیپرز میں پلیز پلیز لز اللہ جی بس ایک بار اور اگلے پیپرز میں پکا خوب اچھی طرح پڑھوں گی۔"

وہ یہ سب آنکھوں کو بند کیے کہہ رہی تھی اور اس کی سفید رنگت رات کے اندھیرے میں چمک رہی تھی. کہ اتنے میں ہی اس کے کانوں میں پھِر سے ارم بیگم کی آواز آئی جس پر اس نے ایک آنکھ کھولی کہ وہ جائزہ لے سکے کہ اس کی امی کی ہی آواز ہے نا کہ اتنے میں ارم بیگم کی آواز پھر اس کے کانوں میں گونجی۔

"نور! نور!..بیٹا جلدی آو۔زرمیشا کی کال آئی ھے اُس نے تم سے بات کرنی ہے۔"

یہ سنتے ہی وہ جھٹ سے نیچے کی طرف بھگتی ہے آخر اس کی بیسٹ فرینڈ کی کال تھی۔

نیچے جاتے ہوئے اس کی پایل چھن چھن کرتی ہے تو ارم بیگم جو کہ ریسیور پکڑے زرمیشا کا حال وال پھوچھ رہی ہوتی ہے اسے یہ کہہ کر چلی جاتی ہیں۔

"لو بیٹا نور آگئی ہے نور"

اس نے ریسیور پکرتے ہوے کہا۔

"کیسی ہو؟"

زرمیشا: "میں ٹھیک اللہ کا شکر اور تم..

نور: "اللہ کا شکر میں تو بہت اچھی۔"

ابھی نور اتنا ہی بولتی ہے کہ زرمیشا پھر بول پڑتی ہے

": ہاں ہاں! پتہ ہے پتہ ہے اور بہت پیاری اچھا اچھا ابھی بس اتنا ہی کافی میں آرہی ہوں اور ہم مہندی لگوانے جارہے ہیں۔"

نور جو اپنی شکل بسورے زرمیشا کو سن رہی تھی خوشی سے جھومتے ہوئے بولی

"سچّی ابھی جارہے ہیں.؟"

زرمیشا: "ہاں ہاں! ابھی اسی وقت میں آرہی ہوں جلدی سے تیار ہو جاو کیونکہ جب بھی کہیں جانا ہوتا ہے تمھارا سجنا سورنا ہی ختم نہیں ہوتا او کے جلدی کرنا"..

یہ کہہ کر زرمیشا کال کٹ کردیتی ہے

اور نور منہ بناتے ہوئے کمرے میں تیار ہونے چلی جاتی ہے اور تھوری دیر تک ہی زرمیشا آجاتی ہے۔آکرارم بیگم کو سلام کرکے نور کے کمرے میں چلی جاتی ہے۔

زرمیشا: "اوہووووو(اپنے سر پر ہاتھ مارتے ہوے) میں نے کہا بھی تھا جلدی تیار ہو نا اب آزر باہر کھڑے ہیں۔"

اتنے میں ہی زرمیشا کا فون بجتا ہے اور چمکتی ہوئی سکرین پر "مائ لوّ" لکھا آتا ہے۔وہ جلدی سے کال ریسیو کرتی ہے اور ریسیو کرتے ساتھ ہی بول پڑتی ہے: بس 2 منٹ انتظار کریں ہم آرہے ہیں۔

زرمیشا نے جیسے ہی کال کٹ کی تو دیکھا کہ نور ترچھی نگاہیں کیے اسے دیکھ رہی ہے۔

جو پہلے کاجل لگانے میں مصروف تھی اسے دیکھتے ہوئے (ایک ابرو اوپر) پوچھا۔

"آزر بھائی کے ساتھ آئی ہو؟"

زرمیشا: ہاں!

نور: اوہ! تو تمھارے گھر والے؟

زرمیشا: "نہیں اِنہیں نہیں پتا کہ میں آزار کے ساتھ آئی ہوں کیونکہ میں گھر سے نکلی تو خود ہی تھی لیکن راستہ میں مل گئے"

:(اپنے مخصوص ہاتھ ہلانے والے ایسٹائل میں بولی) نور۔

"یار کیا ہے ایک تو تم لوگوں کے گھر والے بھی نہ رخصتی میں ہی مسلہ ڈالنا تھا۔ نکاح کے وقت تو سوچا نہیں اور اب جب سوچنے کا وقت نہیں ہے رولے ڈال کر بیٹھ گئے ہیں".

زرمیشا" ہمم۔۔۔! چلو اب کیا کر سکتے ہیں۔"

زرمیشا جو بلیک شلوار قمیض میں ملبوس ساتھ اوپر بلیک ہی حِجاب اس کی نور جیسی رنگت کو اور خوبصورت بنا رہا تھا۔

اس نے نور کا ہاتھ پکڑ کر کہا: "اب چلو بھی" !

)زرمیشا اور آزار کا بچپن میں ہی نکاح ہو گیا تھا لیکن دونوں خاندانوں میں کچھ مسائل کی وجہ سے رخصتی ہونا تو دور، بات طلاق تک پہنچ گئی تھی لیکن آزار اور زرمیشا کا ایک دوسرے کی طرف پسندیدگی کی وجہ سے طلاق تو نہ ہو سکی مگر ابھی بھی معملات معمول پر نہیں آئے تھے لیکن دونوں خاندانوں کا رویہ پہلے سے بہتر ہو چکا تھا(

نور پورا راستہ آزار اور زرمیشا سے باتیں کرتی رہی۔

پالر کے باہر نور اُترتے ہوئے

: آزر بھائی واپسی پہ ایسکریم او کے 😁

آزر:او کے سالی صاحبہ اور میرا کام بھی ☺

نور: وہ تو ہو ہی جائے گا کیونکہ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ نور کچھ کہے اور کرے نہ ڈٹس نوٹ پوسیبل (نور اپنے بال پیچھے کرتے ہوئے فنحخر والے آنداز میں بولی)

زرمیشا جو حیرانی سے ان کی باتیں سن رہی تھی نور کو جاتا دیکھ ایک ایی بر و اوپر کرتے ہوئے بولی

::کون سا کام!!

نور: پتا نہیں آزار بھائی ی سے پوچھو

کہہ کر جلدی سے اندر چلی گی

زرمیشا کو پتہ تھا آزار تو بتایں گے نہیں اس لیے بس اتنا ہی پوچھا تھا

::کب تک آیے گے (اور ساتھ منہ باسورے کھری تھی)

آزار اسے دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا

::تیرا پیار بھی لاجواب تیری ناراضگی پر بھی فیدہ ہیں ہم

جب تم کہو حاضر ہیں (ایک آنکھ دباتے ہوئے)

زرمیشا٦ آزار کی اس حرکت پر بے سختہ ہنس پری

🌹🌹🌹

زریشا:اوکے(مسکراتے ہوے بولی تھی)میں آپ کو کال کردوں گی

اورہستے ہستے چلی گیں

آزار بس اُسے جاتادیکھتارہاجب تک کہ وہ منظر سے غائب نہ ہوگئ اور پھر

آزار بھی مسکراتے ہوے کاراسٹاٹ کرنے لگاکہ اتنے میں اس کا فون بجناشروع ہوگیافون

کی روشن اسکرین کو دیکھتے ہی اس کے منہ سے بے اختیار نکلا

::اوہ شٹ(اپنے سر پرہاتھ مارتے ہوے)میں تو بھول ہی گیا تھا

اور جلدی سے کال اوٹھالی

اگے سے بھاری اور شکایت بھرے لہجے میں آواز آئی ی

::یار کہاہے تومیں کب سے تیراانتظار کررہاہوں

آزار:افی(افان جس کوسب افی بولاتے تھے)یار بس راستہ میں ہوں

آفان کال کٹ کرتے ہوے(ایساکیسے ہوسکتاتھاکہ آزار دیر سے آیےاورافان اسے جلی

کٹی نہ سُنائی یں)

::اوہ میں کیسے بھول گیاتواوروقت پرآجائی ے ہاوایز ئی ٹ پوسیبل

منور صاحب گھر کے اندر داخل ہوتے ہی آنم بیگم کو سلام کرتے ہی فریش ہونے چلے گئے جیتنی دیر میں آنم بیگم نے کھانا لگا دیا اور منور صاحب نے کھانے کی میز پر بیٹھتے ہوئے افان اور زویا کا پوچھا جس پر آنم بیگم نے یہ کہنا شروع کر دیا

::دو سال سے جب سے وہ سب ہوا ہے تب سے افان کچھ بتا کر ہی نہیں جاتا

تو منور صاحب تسلی دیتے ہوئے بولے

::کوئی بات نہیں ہوتی آزار کے ساتھ ہی ہو گا (آزار اور افان سکول سے ساتھ تھے بس یونیورسٹی میں الگ پڑھے تھے اور اس کے علاوہ آزر کا افان کے گھر بھی کافی آنا جانا تھا زویا افان کی بہن بھی اس حادثے کے بعد سے آزار سے کافی زیادہ فرئیک ہو گیی تھی)

آنم بیگم: ہاں اور وہ مہندی لگوانے گیی ہے تو افان کو کال کر لیں کہ آتے وقت زویا کو بھی لیتا آیے اور ساتھ پوچھ بھی لینا کہ کہا ہے

منور صحاب: اچھا اچھا یوں شکایت نہ کریں □ میں اسے کال کر کے کہہ دیتا ہو

آزر پہنچ گیا تھا افان جو کسی سے کال پر بات کر رہا تھا آزار کو دیکھتے ہوئے ٹھیک ہے کہتے ہوئے کال کٹ کر دی (آزار جو ڈریس پینٹ کے ساتھ سفید ڈریس شرٹ کی بازو اوپر چرہایے ہوئے تھا افان کی طرف برھا جس کا لمبا قد چمکتے چہرے پر ہلکی سی دارہی بال ہمشہ

کی طرح جیل سے سیٹ کیے ہوے) اپنی خوبصورت بھوری آنکھوں سے واچ کو دیکھتے ہوے آزار کو گھور رہا تھا کہ آزار جیسے ہی اس کے پاس پہنچا افان نے روبدار آواز اور شکایت بھرے لہجے میں پوچھا

::اتنا!!!!!!!! لیٹ (اتنا کو افان نے کھینچتے ہوے آزار کو وقت کا احساس کرانا چاہا)

آزار:: یار میں افیس سے نکلا کہ زریشا کو جاتے دیکھا تو بس میں نے سوچا کہ میں ہی چھور دیتا ہو تو اُسے چھورنے چلا گیا تھا اور تو بتا اس دن کا کچھ پتہ لگا

افان: نہیں یار ابھی تو کچھ خاص پتہ نہیں چلا لگا باقی کیسیں کے ساتھ اس پر بھی کام کر رہا ہو

یوں ہی ان کی باتوں کا سیلسیلا چلتا رہا وہ یوں ہی اپنی باتوں میں مگن تھے کہ اچانک آزار کا فون بجنے لگا فون کی روشن سکرین پر زیشو لکھا آرہا تھا آزار نے جیسے ہی کال اُٹھائی ی افان کے چہرے پر شرارتی سی مسکراہٹ آگ ئی آزار اُس کی مسکراہٹ کو بھنپتا ہوا سائیڈ میں چلا گیا اگر یہ پہلے والے افان ہوتا تو آزار کو سائیڈ میں جکر بھی بات کرنے میں بہت مسلہ ہوتا لیکن اب یہ وہ افان نہیں رہا تھا جو پہلے تھا جس کی آنکھیں ہر

وقت شرارت سے سے چمک رہی ہوتی تھی لیکن آزار کے ساتھ افان کا کاروایہ باقیوں کی نسبت قدرِ بہتر تھا

اور پھر زرمیشا کی کال آگیی آزر نے اس سے بات کرنے کے بعد افان کو کہا

::اوکے یار چلتا ہوں

کہ اتنے میں افان کو بھی یاد آیا کہ اس نے بھی تو زویا کو لینا تھا تو افان اور آزار دونوں ہی ایک ساتھ باہر چلے گیے (افان نے آزار کو بتایا تھا کہ اس نے بھی زویا کو لیتے ہوے جانا یے وہ بھی مہندی لگوانے گیی تھی)

جب آزار نور اور زرمیشا کو لینے پہنچا تو اسے زرمیشا نے بتایا کہ زویا بھی وہی تھی تو آزار نے کہا اسے بھی بولا لو ایس کیم بھی مل کر ہی کھا لے گیے اور تم تینوں ایک ساتھ شوپینگ کر لینا اور میں اور افان بور بھی نہیں ہونگے (آزار کی کوئی بہن نہیں تھی اور افان اس کا بچپن کا دوست تھا اور بیسٹ فرینڈ ہونے کی وجہ سے آزار کا افان کے گھر انا جانا تھا اس لیے زویا بھی افان سے زیادہ آزار سے فرانک تھی اور دونوں کی خوب جمتی تھی) زرمیشا اور نور اسے لے آئی تھی نور سے بھی اس کی اچھی دوستی تھی

آزار افان کو کال کر کے بتا چکا تھا اور اب وہ مُال جا رہے تھے شاپنگ کے لیے افان کی کار خراب ہو گیئی تھی اس نے آزار کو کال پر بتا دیا تھا اس لیے آزار ابھی انٹرینس پر ہی روک گیا تھا اور ان تینوں (جب آزر نے اتے جاتے لوگوں کی عجیب نظروں کو ان تینوں کی طرف متوجہ دیکھا) کو جانے کا کہ دیا آزار انہیں شاپنگ کے بعد ایسکیم والی سایڈ آنے کا کہا تھا تھوری دیر تک افان بھی آ گیا اور زرمیشا, زویا اور نور ابھی ایسکیم والی سایڈ جا رہے تھے کہ منہال کا فون بجا

فون کی روشن ایسکرین پر بابا جان لکھا تھا۔ وہ فون اٹھاتے ہی سایڈ پر چلی گئ۔ سیکندر صاحب کو جلد آ جانے کی تسلی دے کر فون اپنے پرس میں رکھتی ہوئی آ رہی تھی کہ پرس سے اس کا کاجل گر گیا۔ افان جو واشروم کے باہر آزار کے آنے کا انتظار کر رہا تھا وہ یہ سب کچھ دیکھ کر نور کا کاجل لے کر اس کے پیچھے چلنے لگا کیونکہ نور ایک لڑکی تھی جس کا نام بھی افان نہیں جانتا تھا اس لیے افان نے اسے یوں مال میں آواز لگانا مناسب نہ سمجھا۔ جب نور کو محسوس ہوا کہ کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہے تو وہ کچھ اس طرح پیچھے مڑی کہ اس کے بالوں کی کچھ لٹیں اس کے منہ پر آ گیں۔

افان جو آیا تو کاجل دینے تھا لیکن اس لمحے بھر کو اس لمح بھر کے لیے بے تاب ہو گیا کہ کب اس کا مکمل چہرا دیکھ سکے گا جس کی ابھی اس نے صرف کاجل سے بر ھی آنکھوں کو ہی دیکھا تھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔جب اس نے نور کو اپنی طرف متوجہ دیکھا تو وہ اپنے ہوش میں واپس آیا اور اس کی طرف بڑھا۔

افان کو اپنی طرف بر ھتے دیکھ وہ حیرانی سے اپنی بڑی اور بھوری آنکھوں کو اور بھی بڑا کر کے اس کو دیکھتے ہوے بول پڑی۔

"::خوبصورت لڑکی دیکھی نہیں کہ پیچھا شروع کر دیا"

اور پھر بولتی ہی چلی گئی افان اسے دیکھ کر حیران ہوتا رہ گیا کہ یہ پاگل لڑکی کیا بول رہی ہے اور اس کے خاموش ہونے کا انتظار کیا لیکن نور اور رو ک جائے ہو ہی نہیں سکتا جب افان کی برداشت کی حد ختم ہو گ ئی ی تو وہ بھی آخر بول پڑا۔

"::اسٹوپ"!!..

اور اس کا ہاتھ میں کا جل رکھ کر چلا گیا نور کو اپنی غلطی کا احساس تو ہوا تھا لیکن وہ اور کسی کے سامنے اپنی غلطی مان لے ہو ہی نہیں سکھتا اور وہ واپس آیسکریم والی سایڈ پر چلی گ ئی ی۔

وہ وہاں جا کر زر میشا کے ساتھ بیٹھی ہی تھی کہ اس کی نظر آزار کے ساتھ بیٹھے افان پر پڑی اور بے اختیار نور کے منہ سے نکلا۔

" :: تم"

افان: " یہ تو مجھے پوچھنا چاہیے ؟"

نور: "مسٹر ! یہ میرے جیجو اور یہ میری دوست ہے۔"

افان: "یہ جو آپ کے جیجو ہے نہ وہ میرے دوست ہے (افان نے سارے لفظیوں چبا چبا کر کہیے تھے کہ اسے کچھ جتانا چاہتا ہو)"

نور بھی کہاں چپ ہونے والی تھی اس نے بھی بولنا شروع کر دیا لیکن افان بھی اور برداشت کرنے والا تھا نہیں اس نے بھی یہیں اس سے لڑنا شروع کر دیا۔ زر میشا اور آزار□▒♀ دونوں کو آرام سے بیٹھانے لگے جبکہ زویا بمشکل اپنی ہنسی□

دباے بیٹھی تھی کیونکہ وہ اپنے بھائی کو کافی عرصے بعد یوں دیکھ رہی تھی۔دو سال سے زیادہ ہو چکے تھے اس نے اپنے بھائی کو ہنستا تو بہت دور کی بات نہ کسی سے لڑتا نہ کسی سے کوئی بات کرتا دیکھا تھا بس اگر دیکھا تھا تو اپنے بھائی کا بے تاثر چہرہ۔بس گھر سے آفس اور آفس سے گھر یا کبھی کبھی آزار اسے بولا لیتا تو کبھی وہ خود آ جاتا۔

❀❀❀

آئسکریم کھانے کے بعد وہ لوگ گھر چلے گئے نور گھر کے اندر جاتے ہی اپنے کمرے میں جا ہی رہی تھی کہ اسے سیکندر صاحب کی آواز آئی۔

"نور..!آ گئی؟"

"جی بابا جانی"

اور جا کر ان کے پاس بیٹھ گئی اور اپنی مہندی دیکھانے لگی سیکندر صاحب بھی اپنی بیٹی کو خوش دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولے۔

"::بہت اچھی لگ رہی ہے میری گریا کی مہندی"

اور وہی نور اپنے سر پر ہاتھ مار کر ایسے بولی جیسے اسے کچھ بہت ضروری یاد آیا ہو۔

"::اففففف ہو کیسے بھول گئی میں؟"

اور بھاگتے ہوئے کمرے سے باہر چلی گئی کہ وہی اچانک وہ ارم بیگم سے ٹکرائی تو ارم بیگیم

نے اسے روکتے ہوے پوچھا۔

"::کدھر کی تیاری ہے؟"

نور جلدی میں بولی۔

"::وہ ٹی وی"

یہ کہتے ہی بھاگتے ہوئے صوفے پر بیٹھی اور جلدی سے ریموٹ پکر کر ٹی وی اون کیا.

تھوڑی دیر میں ہی وہاں سے ارم بیگم کا گزر ہوا تو جب انہوں نے نور کی آنکھوں کو ٹی وی

میں کھوئے دیکھا تو کہنے لگی.

"::نور بیٹا یہ ایپیسوڈ تو کل بھی دیکھی تھی تم نے؟"

"::آپ کو پتا تو ہے آیی لو دیس ڈرامہ"!

ارم بیگیم:"ہاں ہاں پتہ ہے ڈراموں کی دیوانی"

یہ سن کر نور کھڑی ہوئی اور بولی۔

"اسی بات پر ایک شعر عرض ہے(نور کو ڈراموں کے ساتھ ساتھ شاعری کا بھی شوق تھا)"

"::ارشاد ارشاد(ارم بیگیم بھی اپنی بیٹی کے شوق سے خوب واقف تھیں اس لیے جھٹ سے ارشاد بول دیا)

نور:: کیونکہ یہاں لائی یف یے اتنی فاسٹ

کیونکہ یہاں لائی یف ہے اتنی فاسٹ!

ڈیسٹ واۓ ای لو ٹو واچ ریپیٹ ٹیلی کاسٹا!

)اور پھر وہی اس کی ہمیشہ کی عادت کوئی ی واہ کہے نہ کہے یہ شکریہ ضرور بولتی تھی(

"::شکریہ شکریہ"

ارم بیگم بھی ہنستے ہوۓ اسے یہ کہہ کر چلی گئیں کہ جلدی اٹھنا ہے صبح تو وقت پر سو جانا۔

نور جو ٹی وی دیکھنے میں پھر سے گم ہو گ ئی ی تھی ان کی آواز پر اتنا ہی بولی۔

"جی جلدی سو جاوں گی"!

افان جو غصے سے بھرا ہوا گھر آیا تو آنم بیگیم اور منور صاحب کے لیے حیرت اور پریشانی تھی لیکن زویا تھی کہ ابھی تک مسکرا رہی تھی آنم بیگیم نے افان اور زویا دونوں کو چاند مبارک

کہا جبکہ زویا منور صاحب اور آنم بیگیم دونوں سے ملی مہندی دیکھائی اور وہ بھی اپنے کمرے میں چلی گئی اور افان تو پہلے ہی غصے سے بھرا ہوا اپنے کمرے کی طرف جا چکا تھا اس کا یہ رویہ آنم بیگیم اور منور صاحب کے لیے حیران کن بلکل بھی نہیں تھا دو سال سے وہ یہی تو دیکھتے آرہے تھے افان نے کمرے میں جاتے ساتھ ہی اپنے شوز غصے سے اتارتے ہوے بر برایا

::افففف کتنی عجیب لڑکی تھی نہ کوئی تمیز نہ کوئی لہاز

اور پھر اس کی نظر کھڑکی کے پردوں پر پڑی اور وہ وہی اپنے خیالوں میں کھوں گیا اب اس کے سامنے دو سال پہلے کی عید کا پہلا دن تھا

وہ لڑکا جو ایک لڑکی کا دیوانہ تھا

اپنی دھون میں رہتا تھا

اپنوں کا بہت خیال رکھتا تھا

پھر کسی کو یو کھویا کہ سب بھول گیا

جس کا دیوانہ تھا اب یاد تو اس کی آتی تھی پر ڈھنڈنے کا فیطور نہیں

جس کو سوچ کر اکثر ہی اس کی آنکھوں میں نمی آجاتی تھی افان جو بلو جنز اور ریڈ ٹی شرٹ

میں بے سود بیڈ پر سو رہا تھا کہ کھڑکی کے آگے سے پردے ہٹے افان جھٹ سے اپنی

آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہوے بولا

::یار بند کریں نہ پلیز روشنی میری آنکھوں میں لگ رہی ہے اور یقینن ابھی عید کی نماز کا

بھی وقت نہیں ہوا

اور جلدی سے معصوم سی شکل بنالی ساتھ ہی ایک جاندار مسکراہٹ منہ پر سجھالی

کہ سامنے سے ایک مظبوط اور نرم لہجے میں آواز ایی::افی اٹھ جا عید کی نماز میں صرف

ایک گھنٹا باقی ہے تو جلدی کر

افان::نہیں نہیں بھائی میں نے آج نہیں جانا جو گنگ پر (افان اپنے بھایی کا ارادہ بھنپتے

ہوے بولا) اور آج تو عید بھی پھر کیوں یار

علیان (افان کا برا بھائی)::ٹھیک ہے نہ جا میں جاتا ہوا ابو کے پاس اور بتاتا ہو تری

سنوؤ ایٹ (علیان ایک قدم آگے روم کے دروازے کی طرف برھاتے ہوے بول رہا تھا

اور آخر میں سنوؤ ائی یٹ پر تھوڑا زور دیتے ہوے)

اس سے پہلے کہ علیان اگے کچھ بولتا افان جھٹ سے منہ بسورتے ہوے کھرا ہو کر بولا

::ہاں ہاں چلتے ہے دو منٹ میں آتا ہو

علیان::(ہستے ہوے بولا) ہمممم گوڈ جلدی آوں

جگنگ کرتے ہوے جہاں علیان کافی اگے جا چوکا تھا وہی افان پیچھے ہی ایک بینچ پر افسوردہ سی شکل بنایے بیٹھا ہوا تھا جب علیان نے اُسے وہاں بیٹھا دیکھا تو اُس کے پاس اکر بیٹھا اور دونوں آئیبرو اوپر کی جیسے یہ پوچھنا چاہ رہا ہوں کہ کیا ہوا ہے افان نے جب علیان کو اپنی طرف متوجہ دیکھا تو افسردہ سی شکل بنائے سر نیچے جھوکئے بیٹھے افان بولا پتہ

::بھائی سنو وائیٹ

علیان::ہاں مل جایے گی ویسے بھی تیری ہر دعا میں تو وہ شامل ہے اور اتنی شدت سے تو اسے ڈوھنڈتا ہے اور جلدی کر اب عید کی نماز کے بعد وہاں کنسلٹ پر جانا ہے اور گانا تیرا تیار ہے نہ

افان::جی بھائی وہ تو تیار ہے

❦ ❦ ❦

دونوں گھر کی طرف جا ہی رہے تھے کہ افان نے پھر سے اپنی سنو وائیٹ کا چرچا شروع کر دیا

::بھائی آپ کو پتہ ہے جب وہ پہلی بار ہمارے گھر آئی تھی وہ ایک سال کی تھی میں پانچ سال کا تھا جب میں ابھی ابھی سکول سے آیا تھا پاپا کے دوست اور انیٹی آئی ہوئی تھی ان کی گود میں اُسے دیکھتے ہی میرے ذہن میں پہلا نام سنو وائیٹ آیا (جہاں افان کھوے کھوے انداز میں کہہ رہا تھا بلکل بچوں کی طرح وہاں علیان اپنا سر پکڑے وہی کہانی دوبارہ سن رہا تھا جو وہ پہلے ہی ہزار بار سن چوکا تھا اور جیسے ہی گھر آیا ویسے ہی علیان اللہ کا شکر کرتے ہوئے اندر جاتے جاتے یہ بول کر چلا گیا افی جلدی سے نیچے آجنا تیار ہو کر افان بھی اپنے ہوش میں آتے ہی سر اثبات میں ہیلا کر اوپر چلا گیا افان جو بلاک شلوار قمیض پہنے اپنے ڈریسنگ کے آگے کھڑا اپنے بال سوارنے کے بعد اپنے میچ کی واچ پہنتے ہی اپنے سامنے رکھے پرفیومز میں سے ایک اوٹھا کے لگا ہی رہا تھا کہ اسے علیان کی آواز آئی :: جلدی آؤں آفی

افان:: ہاں آرہا ہوں

اور پرفیوم نیچے رکھتے ہوئے جلدی سے نیچے چلا گیا

عید کی نماز کے بعد افان اپنے یونیورسٹی بینڈ کے ساتھ کنسلٹ کی جگہ پر چلا گیا

افان جو اپنے بینڈ کا سینگر تھا

"""ایک فسانہ میری محبت کا۔۔۔

وہ زمانہ تھا عشق و چاہت کا۔۔۔

جانے کب، کیسے آئی وہ جیون میں۔۔۔

بہار آئی ہو جیسے جیون میں۔۔۔۔

وہ تھی معصوم کچھ دیوانی سی۔۔۔

تھوڑی پاگل سی اور انجانی سی۔۔۔۔

میں جس کا دیوانہ ہوں وہ جو میری زندگی ہے کبھی تو مجھ سے یوں ٹکرایے کہ میرے کہنے پر بھی واپس نہ جا پایے"

یہ کہتے ہی اس نے گانا شروع کر دیا

"""اس دل ❤ کی آج میں لے لو خبر

درد اسے ہے جانو میں کیا

جیسے ڈھونڈے ہے میری نظر

کوئی تو دے دے اُس کا پتہ

وووووووووو میری زندگی

ٹکرا!!!!!!!!!!!!! جا تو مجھ سے کہیں

مجھ سے کہیں

مجھ سے کہیں""""...................

گانے کے دوران بھی بس افان کے ذہن میں صرف اُسی کا تصور تھا اُسی کی تصویر تھی اس کی آنکھوں کے سامنے اور اب تو دل میں ایک ہی خواب، ایک ہی تمنا تھی اُس کو دیکھنے کی جانے کیسی ہو گی وہ 😊😊

گانے کے بعد وہ واپس گھر چلے گیے جہاں سب پاکستان جانے کی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے جبکہ علیان نہایت پر سکون بیٹھا ہوا تھا افان کو یہ دیکھ کر حیرت کا جھٹکا لگا تو وہ ایسے ہی عادت کے مطابق زویا کو تنگ کرتا ہوا علیان کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور کہا:: بھائی یہ کیا آپ نہیں جا رہے کیا

علیان :: "ہاہاہا😂 (قہقہ لگاتے ہوئے) صرف میں نہیں... ہم نہیں جا رہے"

یہ سنتے ہی افان کو تو جیسے جھٹکالگااور وہ بجلی کی تیزی سے منور صاحب کے اگے جا کھڑا ہوا

اور اپنی بات کہنا شروع کی

"::بابا جان یہ کیا بھائی کیا کہہ رہے ہیں میں نہیں روکنے والا ان کے ساتھ"

افان منہ پھولائے بول رہا تھا کہ علیان نے اس کے پاس آکر اس کے کان مین سرگوشی کی

"::دیکھ لے میں ہی تیری مدد کر سکتا ہو سنو وائیٹ کو تلاش کرنے میں اگے تمہاری

مرضی"

اور راہداری مین چلنے لگا

افان منہ میں بربارایا

"::اپنی مرضی بتا کر پوچھتے ہیں اگے میری مرضی"

☹منور صاحب کو یہ بولتا ہوا باہر نکل گیا کہ میں بھی بھائی کے ساتھ آجاؤ گا

سب ابھی تک جا چکے تھے اگلے ایک گھنٹے بعد افان اور علیان کی بھی فلائٹ تھی وہ دونوں

بھی ابھی میٹیگ سے گھر آیے تھے کہ تب سے افان نے اپنی سنو وائیٹ کا چرچہ شروع کیا

ہوا تھا

::بھائی آپ کو پتہ ہے کہ سنو وائیٹ ہمیشہ جب بھی آتی تھی میرے ساتھ خوب کھلتی تھی اتنامزہ آتا تھااور میری سنو وائیٹ کو چو کو لیٹس (اگے افان بولنے ہی لگتا ہے کہ علیان بول پرتا ہے)

علیان::چو کو لیٹس بہت پسند ہے تم ہمیشہ اس کے لیے چو کو لیٹس لے کر جاتے تھے

♀ اب چلو فلائی ٹ کا ٹائیم ہو گیا ہے اب وہ دونوں پاکستان پہنچ چکے تھے افان کا تو خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا کہ اسے پتہ ہی نہ چلا کہ کب اس کے پیچھے علیان غائب ہو گیا

♥ ⚘ ♥

منور صاحب نے اِن دونوں کے لے کار بھجوادی تھی افان جو برے مزے سے کار میں بیٹھ رہا تھا اب اُسے ہوش آیا تھا کہ علیان کہا ہے تو اُس نے علیان کو دھنڈنا شروع کر دیا کافی دیر وہ یوں ہی علیان کو ڈھونڈتا رہا کہ اچانک سے کسی نے اس کے مضبوط کندھوں پر ہاتھ رکھا جیسے ہی افان نے پیچھے دیکھا وہ جلدی سے افان کے گلے لگ گیا (بشک سنو وائیٹ افان کے لیے بہت اہم تھی لیکن علیان اس کا بھائی ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا بہت اچھا دوست بھی تھا جو افان کی زندگی میں نہایت اہم شخص تھا کہ اگر سنو وائیٹ اس کی زندگی تھی تو علیان کے بغیر اس کے لیے زندگی جینا مشکل تھی افان کار چلا رہا تھا اور اب کار کی رفتار کافی

تیز ہو چکی تھی تو علیان نے اسے رفتار آہستہ کرنے کو کہا کیونکہ سامنے کھائی تھی افان نے کار کی رفتار آہستہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ناکام رہا اور اس نے بریک لگانے کی بھی کوشش کی لیکن وہ کوشش بھی ناکام رہی

کہ اچانک افان چیلاتا ہوا نیند کی وادیون سے باہر آگیا اور جب اس نے گھری دیکھی تو وہ صبح کے سارے پانچ (5:30) بجا رہی تھی کھرکی کے باہر ویسا ہی منظر تھا لیکن نہ حالات وہ ❤

تھے اور نہ ہی افان ویسا تھا

فرک یہ تھا کہ آج وہی افان خود جوگنگ کرنے جا رہا تھا جو گھنٹو علیان سے نہ جانے کے لیے بہس کرتا تھا افان کی زندگی چل رہی تھی اور اس کی سانسے بھی لیکن وہ کہی تھم سا گیا تھا کسی کے جانے سے ہماری زندگی ختم نہیں ہوتی بس تھم جاتی ہے ایک جگہ پر زندگی کے ایک قصے پر اس لیے ہم کسی کو اپنی زندگی کا کتنا ہی اہم حصہ کیوں نہ بنا لے وہ حصہ (life line) ہی رہتا ہے کبھی ہماری زندگی نہیں بنتا (life) کیونکہ کسی کے جانے سے ہمارے زندگی تھم جاتی ہے ختم نہیں ہوتی اسی طرح افان اسی ذہنی کیفیت کے ساتھ جوگینگ کر رہا تھا کہ اچانک وہ اس کیفیت سے باہر نکلا اور اس کے چہرے کو دیکھتا ہی رہ گیا

جواپنے سر پر نماز کی طرح حجاب لیے کھری تھی اوراس کا چہرا پر نور لگ رہا تھا اور آنکھیں بند کیے پورے جہان کی ماصومیت لیے کھری تھی جو شاید اپنے منہ پر اس وقت صبح کی ٹھنڈی ہوا کو محسوس کرتی لطف اندوز ہو رہی تھی 😍

اور طلوع افتاب کو محسوس کر رہی تھی جیسے دیکھ کے افان یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہ وہی ہے جو کل مال میں اس سے فضول سی بحث کر رہی تھی آج عید کا دن تھا اس لیے وہ فجر کے وقت ہی جاگ چوکی تھی اسے طلوع افتاب کا منظر بے تاہشہ پسند تھا جیسے وہ بھی اپنی زندگی میں کسی ایسی ہی روشنی کی منتظر ہو لیکن جب اس نے کسی کی نظروں کو اپنے اوپر محسوس کیا تو جلدی سے اپنی آنکھیں کھول لی تو فورا افان بھی اگے برھ گیا کہہ کہی نور اسے دیکھ نہ لے نور بھی حیران پریشان اندر تیار ہونے چلی گئی

تیار ہوتے ساتھ ہی اس نے ہمیشہ کی طرح زرمیشا کو کال کی کب آدھا گھنتہ گزرا کب ایک گھنتہ گزرا بات کرتے ہوے دونون کو ہی پتہ نہ چلا

افان جو ابھی ابھی گھر پہنچا تھا سب عید کے لیے جانے کو تیار تھے کہ افان بھی جلدی سے تیار ہوتا ہوا آرہا تھا جو کالا سادہ شلوار قمیض پہنے ہوے تھا ساتھ ہی اس کے ساتھ کی گھری

سب نماز عید ادا کر کے ایک دوسرے سے ملے،افان بھی آزار سے ملتا ہوا باہر نکل گیا جو کہ سفید شلوار قمیض مین ملبوث تھا

افان آزر سے مل کر گھر چلا گیا وہان آزار نے بھی راستہ مین ہی زر میئشا کو کال ملالی ھر عید کی طرح ابھی فورا کال اُٹھالی گئین اور وہی صبح سے کام کرنے کی وجہ تھکی تھکی سی آواذ اور شکایت بھری آواذ اُبھری:: آزارررر یہ کیا کیا آپ نے اور نور نے مل کے اب صبح سے میں سب سے یہ نام چھوپاتی پھر رہی ہو پتہ ہے نہ امی ابو دیکھے گے تو کتنا غصہ کرے گے (زر میشا تو ایسے بول رہی جیسے رو دے گی)

آزار:: جیسے اگے سب کو سمبھالا ہے ابھی بھی سمبھال لون گا اب ہمارے گھر کب انے کا ارادہ ہے

زر میشا:: ابھی تو کوئی ارادہ نہیں رکھتی بہت مہمان ہے ابھی چلیں اب میں رکھتی ہو پھر بات ہو گی

آزر: ٹھیک ہے کہتے ہوے (آزار نے مایوسی سے فون رکھ دیا)

فون دیکھتے ہوے پھر سے مُسکرا دیا

اور آزار کا یہ یقین ہی تو تھا جس کی وجہ سے آج تک زرمیشا اور آزار نے ایک ہو جانے کی امید بھاندر کھی تھی ورنہ زرمیشا تو کب کی ہمت ہار چکی تھی اب تو آزار کی فیملی تو تیار تھی شادی کے لیے لیکن زرمیشا کے گھر والے ابھی تک راضی نہ تھے اسی لیے زرمیشا ایسے ہی خود آزار کے گھر عید ملنے چلی جاتی تھی اس بار بھی آزار جانتا تھا زرمیشا آیے گی ضرور لیکن جب زرمیشا آزار کے گھر آئی تو بیچارہ آزار تو سو رہا تھا تو زرمیشا صرف آزار کی مما سے ملنے سیدھا ان کے کمرے میں ہی چلی گی وہ تو ہمیشہ سے ہی اپنی بہو کو بہت پسند کرتی تھی اور وہ خود بھی چاہتی تھی کہ جلد از جلد ان کی بہو گھر آ جائے تاکہ وہ اپنی بیٹی نہ ہونے کی کمی زرمیشا کے آنے سے دور ہو جائے جب آزار کے گھر والے بھی نہیں مانتے تھے تب بھی وہ ہمیشہ اپنی زرمیشا ؑ سے ملنے ضرور جاتی تھی پھر بے شک کہی باہر ہی کیوں نہ مل لیں زرمیشا نے آتیے ساتھ آزار کی مما کو سلام کیا

زرمیشا:: ”اسلام علیکم امی کیسی ہے آپ عید مبارک“

رکسانہ بیگم (آزار کی مما)::"وعلیکم اسلام!!اللہ کاشکر بیٹاتم بتاوں کیسی ہو؟؟خیر مبارک"

زرمیشا::"جی امی بلکل ٹھیک"

رکسانہ بیگم:: "ہمم اچھی بات ہے"

اورر کسانہ بیگم نے زرمیشا کو عیدی دینے کے لیے الماری کھولی تو انہینن پیسے مل نہیں رہے تھے تو انہوں نے زرمیشا کو آزار کے کمرے سے اس کا وئی ولیٹ لانے کا کہا تو زرمیشا مجبورب ہو کہ صرف ہاں میں سر ہلا سکی اور خاموش قدموں سے آزار کے کمرے میں داخل ہوئی ی آزار کو سوتا دیکھ اس کی سانس میں سانس آئی ی وئی ولیٹ ڈھنڈنے کے لیے پورے کمرے میں نظر دورائی ی تو بیڈ کے ساتھ ہی سائی ٹی پر پڑا تھا زرمیشا نے وہ اٹھانے کے لیے ابھی ہاتھ برھیا ہی تھا کہ اسے اپنے ہاتھ پر کسی کے مضبوط ہاتھ کی گرفت محسوس ہوئی ی اور ساتھ ہی آزار کی بھاری آواز زرمیشا کے کانوں سے ٹکرائی ی::چورنی کہی کی 😮 میرا وئی ویلٹ کہالے کر جارہی ہوں ☐ زرمیشا::می.........میں نہیں امی نے کہا تھا آپ کا ویلٹ لانے کے لیے (زرمیشا ٦ سٹپٹا گئی ی)

پھر اپنے آپ کو نارمل کرتی ہوئی ی پھر بولی::"اور اگر لے بھی لیا تو کیا میرا ہی ہے

بس زیمشا کی اتنا کہنے کی دیر تھی کہ کمرے میں آزار کا زوردار قہقہ گونجا

آزار:: ہاہاہاا

تمھارا ہی ہے مائی پرنسس

زیمشا::...... چلیں اب میری عیدی دیں (زیمشا ہاتھ آگے کرتے ہوئے)

آزار:: ہاں تو امی دے تو رہی ہے (آزار اپنی ہنسی دباتے ہوئے بولا)

زیمشا:: وہ تو امی دیں گی آپ تو نہیں

آزار اور زیمشا کی کافی لمبی بحث کے بعد آزار نے ہتھیار ڈال ہی دیے اور زیمشا پھر رکسانہ بیگم سے مل کر گھر چلی گئی

عید کے دن ختم ہوئے کہ سب معمول پر آیا

سورج کی کرنیں چھپکے سے اندر آتی نور کی نیند پہ خلل ڈال رہی تھی کہ نور نے چور آنکھوں سے دیکھا کہ کون ہے جس نے صبح صبح ہی کھڑکی کے پردے ہٹا کر ان کرنوں کو اندر آنے کی اجازت دی بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا ماما نہیں کریں نااااااا بھی تھوڑی سی اور دیر سونے دئیں نا

ارم بیگم:: نور بیٹا جلدی اٹھوں کالج نہیں جانا کیا اگر نہیں جانا تو کوئی ی بات نہیں

سو جاوں ویسے ابھی تم لوگوں کے آخری دن ہی تو چل رہے ہے فرسٹ ائی یر کے

نور اپنے سر پر ہاتھ مارتے ہوں::"اووووہووو نہیں نا چھوٹی نہیں کرنی چھوٹی کر کے میں

گھر پر کیا کروں گ ئی ی خیر آپ ناشتا بنا دیں میں جلدی سے تیار ہو کر آتی ہو"

اور پھر ارم بیگم کے جاتے ہی نور نے زرمیشا کو کال کی کافی بیلز ہونے کے بعد کال ریسیو

ہوئی ی ایسپیکر کی دوسری سائیڈ سے زرمیشا کی آواز ابھری جس سے صاف پتا لگ رہا تھا

کہ جیسے وہ ابھی ہی اٹھی ہوں

نور::"اسلام علیکم "

"کیسی ہے؟؟"

زرمیشا::"واعلیکم اسلام

میں ٹھک!! تم بتاوں"

نور::"میں بھی ٹھک

چل بتا 2+2 کتنے ہوتے ہے"

زرمیشا::"ہیں ں ں ں ں ں س یہ کیا پوچھ رہی ہے"♀

نور::"بتانااااا"

زرمیشا::"4"♀

نور::ا"س کا مطلب تو سہی طرح اٹھ گ ئی ی ہے😂

چل بتا کالج آنا ہے نا"

زرمیشا::"نہیں یار میں نے نہیں آنا"

نور::"کیوں😟(غصہ میں)"

زرمیشا٦::"یار میری طبعیت ٹھیک نہیں ہے بخار بھی ہو رہا تھورا تھورا"

)دل میں سوچتے ہوے آ گر اسے اسے بتایا نہ کہ آزار سے بات ہو رہی تھی رات سے اور

میں فجر وقت سوئی ی تو تو بسس(

زرمیشا١٦ابھی یہ سوچ ہی رہی تھی کہ نور نے فٹ سے غصے سے فون بند کر دیا

زرمیشا٦ بھی فون کو ایک نظر دیکھتے ہی سو گ ئی ی

نور کالج جا کر اپنی ساری دوستوں سے سلام کرتی حلیمہ کے ساتھ جا کر بیٹھ گ ئی ی مہک

حلیمہ فاطمہ اور مریم وہ لوگ ہمیشہ کی طرح ایک بار پھر شروع

"::لو آج پھر نہیں آئی ی زر میشا٦ میڈم "

"::اب تو کالج بھی ختم ہونے والا ہے اور زر میشا٦ کی چھوٹیاں نہیں ختم ہوئی ی "

نور:: "نہیں یار اُس کی طبعت ٹھک نہیں ہے"(غصہ تو نور کو بھی آ رہا تھا لیکن وہ بیچاری کیا کرتی کیا نا کرتی سائیڈ تو اسے زر میشا٦ کی ہی لینی تھی)

اور چلو اب لیکچر شروع ہونے والا ہے ویسے بھی اس کے بعد صرف پری بوڈ دینے اور اسپیچ کمپیٹیشن میں آنا ہے وہ سب پھر معمول کے مطابق لیکچر لینے چلے گ ئی یے جبکہ فاطمہ اور مہک دونوں ہی نہیں گ ئی یں تھی مہک نے دوسرے لیکچر میں جانا تھا اور فاطمہ نے تیسرے میں صرف کیونکہ باقی لیکچرز میں وہ کچھ زیادہ عرصے گ ئے بھی نہیں تھے ہسٹری اف اسلام پہلے تو کچھ عرصے زر میشا٦ اور فاطمہ جاتے رہے ٹیچر کے سخت ہونے کی وجہ سے لیکن جب سے اُن کی ٹیچر نے فامہ کے رول نمبر پر نیشان لگا کر اس سے روز سبق سنے کا کہا،اُس دن کے بعد سے تو جیسے ٹیچر ان دونوں کو دیکھنے کے لیے مانو ترس گ ئی ی ہو گی کیونکہ فاطمہ نے تو جیسے اُس دن کے بعد سے کلاس میں نا جانے کا عہد ہی کر لیا ہو

سب دوستوں کے سبجیکٹس مختلف ہونے کی وجہ سے وہ سب اکثر ہی بنک کرتی تھی لیکن ہمیشہ نہیں کچھ لیکچرز حلیمہ اور منہالِ نور (منہال نور، نور کا پورا نام تھا) کے ایک ساتھ ہوتے تھے جیسے میتھ اور فیزکس جبکہ زرمیشا ٦ کہ لیٹر چیر ہو میکسِ نومکس اور ہیسٹری اف اسلام تھا اسی طرح سب کے ایک دوسرے سے مختلف تھے

آج بھی حلیمہ اور نور کا فیزکس کا ساتھ ہی لیکچر تھا کیونکہ آج کل کوئی ی کوئی ی پڑھائی ی تو ہو نہیں رہی تھی بس ٹیچر سے تھوڑی بات چیت ہو جاتی تھی باقی کے وقت نور اور اور حلیمہ خود باتیں کرتی رہتی نور کی باقی دوستوں کی نسبت حلیمہ سے زیادہ گہری دوستی تھی آج بھی وہ دونوں جنت کے پتے نمرہ احمد کے ایک مشہور ناول کی بات کر رہی تھی ہمیشہ کی طرح آج بھی حلیمہ نور کو بہت پُرجوش ہو کر بتا رہی تھی کہ

"::یار رجہان ڈولی بن کر بھی حیا سے ملتا ہے" (اسی طرح آج ان دونوں کی گفتگو کا مرکز جہان سکندر تھا اُس کے بارے میں بتاتے بتاتے حلیمہ نور کو وہ ناول پڑھنے کا مشہورا بھی دے رہی تھی)

نور کو بھی یوں ناولز اور کہانیاں پڑھنے کا بہت شوق تھا اور پھر یوں ہی ایک لیکچر ختم ہوا دوسرا پھر ایسے ہی کالج کا وقت ختم ہو گیا بشک نور حلیمہ سے اور سب سے باتیں کرتی رہتی

لیکن کہی نہ کہی وہ بار بار زریشا کا سوچتی تھی کہ کاش وہ بھی ہوتی کیونکہ لاسٹ ڈیز چل رہے تھے کالج کے ہر ایک گزرتے دن جب زریشا نہیں آتی تھی نور کو افسوس غصہ اُداسی جیسی عجیب سی کفیت کا سامنا ہوتا اور وہ اسے بہت آسانی سے باقی سب سے چھوپا بھی لیتی تھی کیونکہ اسے اپنی دوستی کا مان رکھنا بھی آتا تھا

کالج کے ان آخری دنوں میں وہ سب ہی کالج بہت کم آتیں تھیں اگر آتی بھی تھیں تو کسی نہ کسی وجہ سے جیسے کہ آج اسپیچ کمپیٹیشن (speach comptition) تھا نور کو ہمیشہ سے اسپیچیز کا بہت شوق تھا اور وہ قافی کر بھی چکی تھی جن میں سے کئی میں اس نے اول انعام بھی حاصل کیا تھا کیونکہ نور کی ہمیشہ سے یہی سوچ تھی کہ آگر الفاظ اپنے ہو تو زیادہ اثر رکھتے ہیں اور اگر کسی اور کے الفاظ آپ کی زبان سے کہے جاے تو ویسا اثر نہیں رکھتے کہ لوگ سوچنے پر مجبور ہو جاے بلکہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ شاید وہ یہ الفاظ پہلے ہی کہی سن چکے ہو یا پڑھ چکے ہوں یا کہی نہ کہی کسی موٹیویشنل ویڈیوز میں بھی سن چکے ہوں....... اپنے ایسی نظریہ کی وجہ سے وہ کافی اسپیچ کمپیٹیشنز جیت چکی تھی اور اب بھی وہ اِیسی لیے آرہے تھے کیونکہ نور نے بھی اس اسپیچ کمپیٹیشن میں بھی حصہ

لیا تھا آج کی یہ ایسپیچ (speach) بھی اس نے اپنے چند چُنے گ ئی ے الفاظ سے تیار
کی تھی جو وہ زریشا٦ کی لیٹریچر کی سٹوڈنٹ ہونے کی وجہ سے سنا سکی تھی کیونکہ اس میں
صرف لیٹریچر کے سٹوڈنٹس حصہ لے سکتے تھے لیکن جب ٹیچر نے نور کا جوش اور بولنے
کا انداز دیکھا تو اسے فوراً ہی منتخب کر لیا گیا آج آخر کار وہ دن آگیا تھا جس کی نور کو جلدی تھی
نور کی ساری دوستوں کا دھیان نور پر تھا جو ہائی ٹ والی پونی بنائے باقی سب جیسے ہی
یونیفورم میں ملبوس تھی لیکن آج اس کا کاجل کافی ہلکہ تھا کیونکہ اس کا کاجل ہمشہ پھیل جاتا
تھا ایسی لیے فنکشنز پر وہ اکثر تو کاجل نہیں لگاتی تھی اور اگر لگاتی تو وہ بھی ہلکہ سا اس کی تمام
دوستیں اسے اس کی ایسپیچ ایک دفعہ اور پڑھنے کے لیے کہہ رہی تھی اور وہ تھی کہ اُس کی
سوئی ی ایک ہی جگہ پر اٹکی ہوئی ی تھی کہ ابھی تک زریشا٦ کیوں نہیں آئی ی ابھی وہ
گیٹ پر نظرے مرکوز کیے کھری ہی تھی کہ سامنے سے زریشا٦ آتی دکھائی ی دی جو ہمیشہ
کی طرح حجاب لیے اور آنکھوں بھرا کاجل کے ساتھ سب کے جیسا یونیفورم ملبوس کیے
سب کی طرف آرہی تھی جہاں زریشا٦ کو دیکھ کر نور کے چودہ طبق روشن ہوے اور ایک
خوبصورت مسکراہٹ اس کے چہرے پر آئی ی تھی وہی باقی سب نے بھی سوکھ کا سانس

لیا تھا شاید ایسی ہی تو ہوتی ہے گہری دوستی مسلہ کسی ایک کو ہوتا ہے اور سانس سب کی اٹک جاتی ہے

زرمیشا آتے ہی سب سے مل کر بیٹھی تو نور اور زرمیشا کی خوش گپیاں شروع ہو گئی

اتنے میں ہی نور کا نام اسٹیج پر لے لیا گیا ویسے تو نور کئی باریوں اسپیچ کر چکی تھی لیکن ہمیشہ کی طرح آج بھی اس کی دھڑکنیں معمول سے تیز ہو چکی تھیں اُسے اپنے قدموں کی لڑکھراہٹ محسوس ہونے لگی تھی کہ پیچھے سے اُس کی تمام دوستوں نے یک آواز ہو کر اُسے

"::بیسٹ اف لئی ک کہا"

نور کو اپنی دھڑکنیں نورمل ہوتی محسوس ہوئی اور ساتھ ہی ساتھ اپنے لڑکھراتے قدموں کو پُراعتماد محسوس کیا.... ہاں ایسا ہی تو ہوتا ہے دوستوں کے ساتھ ہونے کا احساس خونی رشتوں کے علاوہ یہ ہی تو وہ چند لوگ ہوتے جن کے چند الفاظ بھی آپ کے لیے بہت اہمیت رکھتے ہیں اگر آپ آسمان تک جانا چاہتے ہیں تو یہی تو وہ عجیب مخلوق ہوتی ہے جو آپ کو یقین دلاتی ہے کہ اگر تمنا ہے آسمان کی تو جا بھی سکتے ہو قدم لڑکھرائے تو حق سے سہرا

مانگ بھی سکتے ہو نور کو بھی اپنے ان نمونوں کے چند الفاظ سے بہت فرق پڑا تھا خاص طور پر زرمیشا کے...

اب وہ اپنی اسپیچ شروع کر چکی تھی جس کا موضوع "زندگی کا مقابلہ" کرنا تھا

اب وہ مائک تھامے کھری تھی سب کی نظریے اس پر مرکوز تھی لیکن اُس کی صرف زرمیشا پر وہ سب کو دیکھ کر کنفیوز نہیں ہونا چاہتی تھی

مائک سے نور کی ابھرنے والی آواز نے سب کو خاموش ہونے پر مجبور کر دیا اور لوگوں کے کان ناچاہتے ہوے بھی نور کی طرف متوجہ ہو گئے اب فضا میں صرف نور کی آواز گوج رہی تھی

"اَلسَلامُ عَلَیکُم

محترم استازہ کرام اور میرے کالج فیلوز

میں یوں فاضول میں اپنی اسپیچ کو کھنچوں گی نہیں بس میں نے جو اپنے چند الفاظ منتخب کیے ہیں وہ آپ لوگوں کو بتانا چاہوں گی"......

""جو ہمارے ساتھ ہوتا ہے وہ ہماری ڈیسٹینی کو ڈیفائنڈ نہیں کرتا ہمارا ردِ عمل ہماری ڈیسٹینی کو ڈیفائنڈ کرتا ہے دکھیں سب سے پہلے میں نے یہاں یہ بات اس لیے کی کہ

لوگ آج کا کیا کرتے ہیں کہ اُن کے ساتھ کچھ برا ہو جائے تو اُسے ہی اپنی قسمت اپنی

ڈیسٹینی سمجھ لیتے ہیں سوچتے ہیں شاید یہ تکلیفیں ہی ہمارا مقدر ہے اب ہمیں ایسے ہی غم

ملتے رہے گ ئ ے تمام زندگی (اب نور کچھ دیر اپنے سامنے بیٹھے ہوے لوگوں کی طرف

متوجہ ہوئی ی تھی اور اپنے ہاتھ ہیلاتے ہوے پھر بولنا شروع کیا) تو پلیز پلیز اپنی تکلیفوں

کو چینال ئی یس (chanalice) کریں اپنے غموں کو یوٹیلیز (utilize) کرنا

سکھیں ارے یار ایک ایموشن دوسرے ایموشن میں تبدیل ہو سکتا ہے تو اسے کرنا بھی

سکھیں... اپنے غصے کو، اپنے غموں کو، اپنی تکلیفوں کو، استعمال کرنا سکھیں.... ایسٹوڈنٹ

ہو کسی پہ غصہ آ رہا ہے غصے کو پیوں مت اپنی کتابیں نکالو اور پڑھنا شروع کر دوں دیکھنا

فورًا فورًا (اپنے ایک ہاتھ کو ہوا میں اُڑا کر چوٹکی بجاتے ہوے) یاد ہو جائے گا

ایک لمبی سانس لیتے ہوے نور نے اپنی اسپیچ جاری رکھی

کہیں کام کرتے ہو تو غصہ ہو کسی پہ، تکلیف میں ہو یا کسی چیز کے غم نے تمھیں تور دیا ہے تو

کام کروں کام میں مصروف ہو جاوں

"غم، تکلیفیں، غصہ چھوٹے انسان کو کھا جاتا ہے

اور برے انسان کو بنا دیتا ہے""".......

جیسے ہی نور کی اسپیچ ختم ہوئی ی بھرپور تالیوں نے اسپیچ کے دوران چھائی ی ہوئی ی خاموشی کو توڑا تھا اور نور آہستہ آہستہ تیز دھڑکنوں کے ساتھ نیچے زرمیشا ٦ کے پاس آکر بیٹھ گ ئی ی جہاں اس کی ساری دوستیں اور اس کی کچھ اور کالج کی لڑکیاں اس کی تعریف کر رہی تھی جس پہ وہ ایک شوخ سے انداز میں سر کو خم دیتی ہوئی ی

"شکریہ.."

کہتے ہوے زرمیشا ٦ کے ساتھ بیٹھ گ ئی ی

❤

اب وہ گھڑی آگ ئی ی تھی جب جیتنے والے کا نام اناونس ہونا تھا جس کا تمام پاٹی ئی سپنٹس کو انتظار تھا اب ان کی دھڑکنے معمول سے تیز ہو چکی تھی اور سب کے لبوں سے اپنے اپنے جیتنے کی دعا نکل رہی تھی

دعائیں کسی کی رد نہیں کی جاتی بس کچھ لوگوں کی دعاوں کے ساتھ ساتھ ان کی محنت بھی بہت اثر رکھتی ہیں

نور کا نام اب اسٹیج پر لے لیا گیا نور ایک بار پھر جیت گ ئی ی اس کی اِس جیت کی سب سے بری وجہ یہ تھی کہ وہ ہمیشہ دل سے بولتی تھی اس لیے اُس کے سب الفاظ لوگوں کے دلوں پہ لگتے تھے اور آج بھی اس کے اس الگ انداز نے اسے جیتا دیا تھا اپنی اس جیت پہ وہ

بہت خوش تھی اور اتنی ہی خوشی اس کی دوستوں کو بھی تھی اب ان سب میں ٹریٹ کی باتیں چل رہی تھیں وہ سب کچھ دیر بعد کالج کی کنٹین میں چلی گئی جہاں رستے میں ساتھ ساتھ نور زرمیشا ٦ اور حلیمہ کو چہک چہک کر بتا رہی تھی کہ اس نے بھی جنت کے پتے پڑھنا شروع کر دیا اور اب وہ سب کو بتا رہی تھی

:: پتہ میں نے اتنا زیادہ پڑھ لیا

کہ اس کی باتوں میں مہک کی خلل ڈالتی آواز آئی

:: "کبھی تو چوپ کر جایا کر"

جیسے نور نے برے مزے سے پہلے ترچھی آنکھوں سے دیکھا پھر نظرانداز کرتی واپس سے اپنی بات شروع کر دی

اب وہ سب کنٹین پہ بیٹھی ہمیشہ کی طرح دہی بھلے اور آلو چنے کی مکس پلیٹ کھا رہی تھیں اور ساتھ ہی ساتھ سب باتوں میں بھی مصروف تھیں

کچھ دیر بعد وہ سب کینٹین سے باہر آ گئی تھی کیونکہ چھُٹی ہو چکی تھی سب ایک ساتھ گیٹ کی طرف چل دیں جن میں سے زرمیشا ٦ نے صرف بُرکھا پہنا ہوا تھا اس کے یوں لٹکتے بُرخے کو دیکھ کہ مہک کی زبان کیسے چُپ رہ سکتی

"::بہن کبھی دھلواں بھی لیا کرا اپنا ایسے"

(نور بھی کہاں چُپ رہنے والی تھی)نور::"دے دوں بھی ایسے دے دوں یہ دودھ لائی ے گ ئی ی"

مہک::"ہاں دے دودھ لاوں گ ئی ی"

زرمیشا٦ ::" ایسا کروں گ ئی ی کل دوسرا والا پہن آوں گ ئی ی یہ تو لے جانا"

اس سب میں فاطمہ کیسے چپ رہ سکتی تھی اس نے بھی اپنا حصہ ڈالنا ضروری سمجھا
"::ہاں دے دئی ے اسے دودھ لائی ے گی یہ کمفرٹ کر کے بھی"

اس پر سب کا ایک ساتھ قہقہاں لگا

اور سب ہستے ہوے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہتی ہوئی یں اپنے گھروں کی طرف چل دیں

اب سب اپنے گھر آچکیں تھیں

زرمیشا٦ نے آتے ہی بُرخہ اتارا اور نماز پڑھنے کے بعد کھانا کھانے کے ساتھ ساتھ فون چیک کرنے لگی جہاں آزار کا میسج آیا ہوا تھا اُسے رپلائے کرنے لگی

نور نے گھر پہنچتے ساتھ ارم بیگم کو سلام کرتی اندر چلی گ ئی ی ارم بیگم نے اس کے لیے کھانا لگانے کے ساتھ ساتھ اسے نماز پڑھنے کی بھی تلقین کی تھی

شام ہو چکی تھی نور اپنے چائے کا کپ ہاتھ میں پکڑے ٹی وی میں گُم تھی کہ سکندر صاحب سلام کرتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے تو نور کی ٹی وی پہ مرکوز نظر یے ہٹ کر ان پر گ ئی ی تھی اور وہ اپنی چائے لے کر ان کے پاس چلی گ ئی ی

"::وَعَلَیْکُم السَّلَام بابا جان، آج آپ جلدی آگ ئی ے"

"::ہاں جی بیٹا میں آج بہت عرصے بعد اپنے ایک دوست سے ملا، تو سوچا ساتھ بیٹھ کر لینچ کرے گے تو وہی جانا ہے"

ارم بیگم نے بھی جیسے کچھ یاد کرتے ہوئے گفتگو میں حصہ لیا

"::وہ جو آپ کے دوست تھے منور وہ"

"::ہاں جی بیگم وہی"

"::اوہ اچھا"

نور نے مداخلت کی

"::باباجان مجھے بھی زرمیسا ۶ کا گیفٹ لینے جانا تو آپ مجھے اور ماما کو جاتے وقت بازار اتار دینا ہم پھر آپ کو بتادیے گی ئی ے کہ کب ہمیں پیک کرنا ہے"

"::چلو پھر جلدی کروں میں بس دس منٹ تک نکلنے والا ہو"

"::اوکےےےے"......

نور کمرے کی طرف چل دئی ی

🌹🌹🌹

افان ابھی آفیس میں ہی تھا کہ اس کا فون بجنا شروع ہو گیا فون کی روشن جگمگاتی ایسکرین پر جب اس نے نام دیکھا تو ہیڈیک (headache) لکھا آرہا تھا اسے دیکھ کہ افان کے چہرے پر بے سختا مسکراہٹ آئی ی تھی جیسے ہی اس نے فون اٹھیا آگے سے بھاری اور پریشان سے آواز آئی ی

::یار کیالوں کچھ صیح سے سمجھ نہیں آرہا میں یہاں پاس میں شوپ پہ ہو تو آجا میں تیرا انتظار کر رہا ہوں

افان::"اچھا آرہا ہو ویسے بھی مجھے پتہ ہے تیرے پاس دیماگ کی شو ٹیج ہے"

"::میں یہاں اتنا پریشان ہو اور تجھے مزاق سوجھ رہا ہے"

"::ہاہاہا نہیں تو میں تو سچ کہہ رہا تھا چل میں نکل رہا ہو"

اور فون کٹ کر دیا

پانچ منٹ تک وہ اس شوپ پر پہنچ گیا تھا جہاں جاتے ساتھ ہی اس کی کسی سے ٹکر ہوئی ی سامنے والے کے ہاتھ میں پکڑا ہوا بوکس زمین پر جا گرا جس پر وہ بہت مشکل سے ضبط کیے بولی

"::کیا نظر نہیں آتا آپ کو، نیچے گرا دیا"(بوکس کی طرف اشارہ کرتے ہوے)

افان جس کی نظر زمین بوس ہوے بوکس پر تھی نور کی آواز پر اوپر اس کی طرف دیکھا چو آج ہمیشہ کی طرح بہت خوبصورت لگ رہی تھی جو آج بھی سفید چیکن کا شلوار قامیض پہنے ڈوپٹہ گلے میں لیے ہوے تھی

جس کو دیکھ کر ہمیشہ اسے اپنی سنوؤ ائی ٹ کی یاد آتی تھی

آج وہ اس کے دل کو خوبصورت لگی تھی لیکن اس کا ہولیاں شاید اسے ناگوار گزرا تھا کہ افان اسے اگنور کرتا ہوا آگے نکل گیا شاید وہ یہ خیال بھی اپنے دیماگ نہیں لانا چاہتا تھا کہ اس کی سنوؤ ائی ٹ ایسی بھی ہو سکتی ہے کیونکہ اس نے تو ہمیشہ اپنی سنوؤ ائی ٹ کو اپنا سوچا تھا وہ تو اپنی سنوؤ ایٹ پر پردے میں بھی کسی ایک نظر بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا وہ

خود بھی ایسی لیے ہمیشہ سے اپنی آنکھیں نیچی کر کے چلتا تھا کیونکہ اگر وہ اپنی سنوؤ ائی ٹ سے یہ چاہتا تھا تو خود بھی اس کا خیال رکھتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا

"جہاں اسلام نے عورتوں کو پردے کا حکم دیا ہے وہاں مرد حضرات کو بھی آنکھیں نیچے کر کے چلنے کی تلقین کی گ ئ ی ہے"

جہاں کچھ مرد اپنے فلسفے چِھرتے ہیں جی نیچے دیکھ کر چلیں گے تو ٹکر ہو جاے گی اس لیے صرف غلطی سے جو پہلی نظر ہوتی ہے وہ معاف ہوتی لیکن بار بار کی تنقیدی نگاہیں نہیں اور نہ کسی کو اس بات کا حق ہے کسی بھی ایسی لرکی پر تنقید کریں یا اس پر تبصرے کرنے بیٹھ جائے کہ کتنی بے شرم لرکی ہے اس نے پردہ نہیں کیا ہوا کم از کم ڈوپٹہ صیح سے لے لیتی وغیرہ

ہمارے دین اسلام ایک امن پسند مزہب ہے جہاں خوش اخلاقی کی تلقین کی جاتی ہے نہ کہ فساد برپہ کرنے کی اس لیے سامنے والے انسان سے پہلے بات کرے شفقت سے سمجھائی یں نہ کہ لوگوں میں بیٹھ کر اس پر تنقید اور تبصرے کرے اور اگر آپ کسی کو کچھ کہنا چاہتے ہے تو پہلے خود اس پر 100% دیں ایسے ہی کسی پر بات مت کریں جب تک آپ خود صیح نہ ہوں

افان نے بھی یہ ہی کیا تھا نور کو کچھ کہنے کے بجائے وہ وہاں سے چلا گیا تھا

اور نور زمین بوس ہوئے بوکس کو اٹھانے لگی جیسی ہی وہ اٹھی اس سے پہلے کہ وہ افان کو

کچھ کہتی وہ اُس کی نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا

وہ ایک سکھ کا سانس لیتی بر بارانے لگی

":: پتہ نہیں کہا سے آجاتا ہے پاگل انسان اکروں کہیں کا، خیر شکر ہے یہ نہیں ٹوٹا اور باہر

چلی گ ئی ی"

جہاں ارم بیگم کچھ اور چیزیں دیکھ رہی تھی

♥

افان آزار کے پاس پہنچا جہاں وہ دو چیزیں ہاتھ میں پکرے کھرا تھا کہ جیسے دونوں

کا جائی یزہ لے رہا ہو کہ کیا زیادہ اچھا ہے لیکن کچھ بھی اسے زریشا ٦ کے مقابلے میں کچھ

پسند نہیں آرہا تھا کہ اتنے میں افان نے آکر 2 منٹ میں اس کی یہ مشکل بھی حل کر دی

ان دونوں میں سے ایک بوکس پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہ

":: یہ لے لے"

آزار افان کو دیکھتے ہوئے

"::ہاں مجھے بھی یہ زیادہ اچھالگ رہاتھابس کنفرم کرناتھا"

افان::"چل اب چل کے پیک کروالے"

آزار ::"نہیں وہ سب میں خود ہی کروں گا ابھی بس بل کراتے ہیں"

بل کرا کے جیسے ہی وہ دونوں باہر نکلے آزار نے اپنے آدھے منہ کورومال سے ڈھک لیااور افان پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا

"::اوپے پاگل یہ کیا کررہاہے لگتاہے سچ میں تیرادماغ خراب ہوگیاہے"

افان کی اس بات آزار کازوردار قہقہاں لگا

آزار::"ہاہاہامیری منکوحہ چاہتی ہے جیسے وہ پردہ کرتی ہے نکاب کرتی اسے کوئی ی نہیں دیکھتاویسے مجھے بھی کوئی ی لڑکی نہ دیکھے یونوناہنڈسم ہونا نظرلگ جاتی ہے"

افان::"ہاہاہاواہ جناب نے بری بری غلط فہمیاں پالی ہوئی ی ہے بھابی نے اس لیے کہاہوگا کہہ کہیں تیری شکل دیکھ کہ کوئی ی ڈر نہ جائے"

آزار::"چل بیٹامیری چھورا پنی بتا براخوش ہے کہی وہ تیری سنوؤ ائی ٹ تونہیں مل گ ئی ی"

آزار کی اس بات پر افان کے چہرے کے سامنے دومنٹ کے لیے نور کا چہرہ آیا تھا اور ساتھ ہی ساتھ اس بات کا ڈر کے اس کی سنؤ ائی ٹ اس جیسی نہ ہو، افان بات بدلتے ہوے

افان::"چل اب گھر چلتے ہیں"

افان کی اس بات پر آزار نے افان کو چھوٹی آنکھیں کر کے دیکھا جیسے جیتا رہا ہوں کہ گربر تو نہیں جو تو چھوپا رہا ہوں، افان اس کے انداز پر گربارا کر بولا

"::کیا ہے ایسے کیوں دیکھ رہا ہے گھر نہیں جانا کیا"

کچھ ہی دیر میں آزار اور افان اپنے اپنے گھر پہنچ گ ئی ے تھے جہاں آزار زریشا٦ کے لیے گفٹ پیک کر رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ کچھ لکھ رہا تھا ایک کاڈ پر لکھ رہا تھا

وہی افان اپنے کمرے کا دروازہ بند ک ئی ے الماری کھولے بیٹھا تھا جس کو کبھی کوئی ی کھول کے دیکھ نہیں سکا تھا کہ اس میں کیا ہے اور جس ایک شخص نے دیکھی تھی وہ اب تھا نہیں

اتنے میں ان کے کانوں میں اذان کی آواز آئی ی اور وہ نماز پڑھنے چل دیے دعا کے وقت ہمیشہ کی طرح آزار نے آج بھی اپنی اور اپنی منکوحہ کی خوشیاں مانگی تھی لیکن افان اب وہ نہیں تھا جو وہ ہمیشہ سے تھا اب اس میں ہمت نہیں تھی کچھ بولنے کی وہ ایک ٹوٹا ہوا انسان

تھااور اس بات سے بھی بخوبی واقف تھا کہ دل جوڑ دیے جاتے ہیں سکون بخش دیا جاتا ہے

معجزے ہو جاتے ہیں کن فرمادیا جاتا ہے ایسی لیے وہ اپنے خالی ہاتھ دعا میں اٹھالیا کرتا تھا

شاید ادیبُسے بھی کسی معجزے کا انتظار تھااور

بے شک اللہ تعالی تو دل کی ہر بات سے واقف ہے

اور نہ کبھی وہ اللہ تعالی سے ناامید ہوا تھا کیونکہ ناامیدی بھی تو گناہ ہے......

❤

آج بھی وہ یوں ہی اپنے خالی ہاتوں کو دکھتا پتہ نہیں کیا سوچ رہا تھا پھر اچانک اٹھ کر مسجد

سے باہر نکل آیا اس کا فون کافی دیر سے وائی ب رئی یٹ کر رہا تھا جس کا اسے اچانک خیال

آیا تھا باہر جاتے ہی اس نے کال ریسیو کی

"::ہاں میں آرہا ہو وہی تم لوگ فورس کو لے کر پہنچو میں پانچ منٹ میں پہنچتا ہو"

کہتے ہی افان فون بند کر کے بھاگا جیسے اسے کہیں بہت جلدی پہنچنا ہوں

ابھی وہ وہاں پہنچا ہی تھا کہ سامنے کا منظر دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سامنے وہ سب بھاگ چکے

تھے اور اس کی ٹیم خالی ہاتھ رہ گ ئی ی تھی کہ اچانک افان کی نظر دیوار کے پیچھے بیٹھے کسی

انسان پہ پڑی جو اس کے لیے بلکل انجان تھا مطلب کہ وہ مخالف ٹیم کا ایک میمبر تھا افان

نے اسے دیکھتے ہی اپنے ہاتھ کی مُٹھی میں پکڑی ہوئی چیزوں کو دبایاں اور اس کی طرف

بڑھ گیا افان نے ابھی اسے صرف دو تین ہی موکے مارے کہ وہ افان کے ہاتھ سے ایسے

چھوٹا جیسے افان نے خود ہی اسے اپنی پکڑ سے آزاد کیا ہو اور اب افان کا ہاتھ بھی خالی تھا

افان بھی اپنی ٹیم کے ہمراہ وہاں سے باہر نکل آیا

♥

وہ لوگ ابھی راستے میں ہی تھے کہ افان نے اپنا نکالا اور کوئی نمبر میلانے لگا دو بیلز کے

بعد کال ریسیو ہو گئی

”:: یس سر میں سب لے کر پہنچ گیا ہوں اور ان کی لوکیشن چیک کر رہا ہوں جس پر آپ

نے وہ چیپ لگائی تھی“

”:: اوکے ایم کامینگ“

کہتے ہوئے افان نے فون رکھ دیا

کچھ ہی دیر میں افان کی ٹیم کی کار ایک فام ہاوس کے آگے روکی تھی

افان اور علیان اندر جا رہی تھے

افان ::"بھائی ی آپ ہمیشہ مجھے یہاں لاتے ہو پھر بار اچانک خود ہی گھوم ہو جاتے ہوں اور اچانک پھر پتا نہیں کہا سے نکل کے آجاتے ہوں"

علیان ہستے ہوے

"::ہاہاہا میں تو یہی ہوتا ہو بس تم مجھے صحیح سے دیکھتے ہی نہیں ہو"

افان::"نہیں میں صحیح سے دیکھتا ہوں اور اوپر سے آپ مجھے لے کر آتے ہو پاکستان اور گھومنے بھی نہیں دیتے کہیں جانے بھی نہیں دیتے بس یہی سے ہم واپس چلے جاتے ہیں میں اپنی سنوؤ ائیٹ کو ڈھونڈھ بھی نہیں سکتا"

علیان::"جلد ہی ہم پاکستان شفٹ ہو جائے گیے تب میں تمہیں تمھاری سنواؤیٹ کے بارے میں بھی پتہ لگوادوں گا،اوکے تم بیٹھو میں آتا ہوں 10 منٹ تک

افان::نوٹ اگین بھائی ی

علیان::اونلی ٹین منٹس آئی ی ایم کامنگ افی

ابھی افان اپنی انہی سوچوں میں گم تھا کہ اس کے ایک ٹیم میمبر کی آوازاِسے ماضی کی دنیا سے باہر لائی ی

"::چلیں اندر"

افان اپنے آس پاس کا منظر کو دیکھتے ہوے

"::ہاں چلو"

افان اندر جاتے ساتھ اندر بیٹھے شخص سے مخاطب ہوا

"::ڈیبڈ یوٹریس ہیم"

"::یس سر،لوک"

"::یہ تو کو یونیورسٹی ہے جس کے ہوسٹل کی یہاں لوکشن آرہی ہے مجھے یاد نہیں آرہا لیکن اس کا فوم میں نے کہیں دیکھا ہے"

کہتا ہوا سب کو پیلان سمجھانے لگا اور پھر سب اپنے راستہ چل دیے

نور اور زر میشا ٦ سب نے آج کالج اپنی رول نمبر سلیپ لینے آنا تھا جو وہ سب آج لے کر جا چکی تھیں سب نے گھروں میں خوب تیاری کی تھیں

آج بھی نور اپنا لاسٹ پیپر دے کر آرہی تھی وہ کھری بس کا انتظار کر رہی تھی

آج بھی ہمیشہ کی طرح وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی جو شوگنگ پینک کلر کا سادہ شلوار قمیض پہنے ڈوپٹہ سر پر کر چکی تھی تپتی دھوپ اس کے سر پر پر رہی تھی جس کی وجہ سے وہ ٹیشو سے اپنی پیشانی پر آئی ے پیسینے صاف کر رہی تھی اسے یہاں کھرے آدھا گھنٹہ

ہونے کو تھا پر بس ابی تک نہیں آئی ی تھی کہ ایک دم اس کے پاس ایک کار رُکی جس وہ شخص نکل کے باہر آیا

::ا"ریواو کے کار میں بیٹھیں آئی ی ویل ڈروپ یو"

نورافان کو دیکھ کر پہلے حیران ہوئی ی پھر ہاں میں سر ہالاتی ہوئی ی بیٹھ گ ئی ی آج افان کو اس میں کچھ الگ لگا تھا آج وہ اسے معمول سے زیادہ اچھی لگی تھی نور نے ساتھ ساتھ اسے راستہ بتا دیا تھا افان کو سب کچھ وہاں بہت جانا پہچانا لگ رہا تھا لیکن افان کا دیماگ ابھی بھی کیس پر ہی اٹکا ہوا تھا اس نے نور کے گھر کے باہر کار روکی، پیچھے بیٹھی نور دروازہ کھولتی تینکس کہتی نکل گ ئی ی وہ گھر جاتے ساتھ ہی ارم بیگم کو سلام کرتی بیٹھ گ ئی ی اور ان سے باتیں کرنے لگی کہ اچانک اس کی نظر گھری پر پری تو جلدی سے تیار ہونے جانے لگی ارم بیگم کو یہ بتاتے ہوے کہ آج زریشا ٦ کے گھر درس وغیرہ اس لیے جانا ہے ارم بیگم ہستے ہوے

::"جیسے پیچھلی بار گ ئی ی تھی تم وہاں جا کر دعا کے دوران ہی سو گ ئی ی تھی"

"::وہ تو انہوں نے دعا ہی اتنی لمبی کرا دی تھی اور اس دن میں تھکی ہوئی سی تھی اوپر سے آج خود وہ بولنے والی ہیں، پتہ مما وہ بہت پیارا بولتی ہیں ادیبُنظام کے الفاظ بھی بہت زیادہ اثر رکھتے ہیں جیسے وہ بھی دل سے بولتی ہوں"

ارم بیگم::"ہاں جی بیٹا ایسا ہی ہوتا ہمارا اسلامی باتیں جن کی زبان سے نکلتی ہیں نہ ان کی زبان میں بہت اثر آتا ہے ان لہجہ بھی لوگوں کو بہت متاثر کرنے لگتا ہے ہمارے مذہب اسلم میں بھی شائستگی بھرے لہجے کو پسند کیا گیا ہے، چلو اب جانا ہے تو جلدی کروں تیار ہو جاوں پھر چلتے ہیں"

نور::"اوکے مما"

نور نے ارم بیگم کے ہمراہ زرمیشا٦ کے گھر داخل ہوتے ہوئے اس کی امی کو سلام کیا اور ان سے ملتی ہوئی زرمیشا٦ کے ساتھ تھوڑی دیر کمرے میں چلی گئی۔ ابھی باقی سب مہمانوں کے آنے میں بھی دیر تھی ابھی وہ دونوں باتیں ہی کر رہی تھیں کہ باہر سے تلاوت کی آواز آنے لگی۔ تو وہ دونوں بھی باہر جہاں سب خواتین بیٹھی تھی وہاں ہی بیٹھ گئیں سورۃ فاتحہ کی تلاوت کی جا رہی تھی جو سب کو اندر تک سکون بخش رہی تھی۔

”اور سکون تو اللہ کے کلام میں ہی ملتا ہے“

اب اس کا ترجمہ پڑھا جارہا تھا۔

”تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو پالنے والا ہے سارے جہانوں کا

بہت مہربانی نہایت رحم کرنے والا ہے

مالک ہے روزِ جزا کا

تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے ہو مدد چاہتے ہیں

دیکھا ہمیں راستہ سیدھا

راستہ ان لوگوں کا کہ انعام کیا تو نے ان پر نہ وہ جو غصہ کیا گیا ان پر اور نہ وہ جو گمراہ ہیں“

سورۃ فاتحہ جہاد ساتھ آیات پر مشتمل ہے۔

میں نے سورۃ فاتحہ سے آغاز اس لیے کیا ہے کیونکہ فاتحہ کا مطلب ہے کھولنے والی، آغاز کرنے والی، اور سب سے زیادہ اہم اس کا مطلب راستہ کا مل جانا۔ میں نے بھی اس سے شروع اس لیے کیا کہ اللہ ہمیں بھی صحیح راستہ دکھا۔

جتنی بھی دعائیں ہیں اگر ہم غور کریں تو پتہ چلے گا سب کی سب اللہ کے نام سے شروع ہوتی ہیں، سورۃ فاتحہ بھی اللہ تعالی کی صفات سے شروع ہوتی ہے۔

" *تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو پالنے والا ہے تمام جہانوں کا"

"ہمیں تو پتہ بھی نہیں کہ کتنے جہان ہے، اللہ تعالی ان سارے جہانوں کا نظام چلا رہا ہے اور ہر چیز ہی وقت کی پابند ہے"

"*بہت مہربانی نہایت رحم کرنے والا ہے"۔

"اس میں کوئی ی شک نہیں کہ اللہ تعالی بہت مہربانی اور رحم و کرم کرنے والا ہے، ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ ہم اللہ سے توبہ کے طلبگار ہوں اور وہ نہ دے ہم اللہ سے رحم مانگیں اور وہ نہ دے نہیں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا"۔

"*مالک ہے روزِ جزا کا"

"اور وہی مالک ہے یومِ آخرت کا جسے چاہے معاف کر دے وہ تو وہی جانتا ہے ہمیں بس توبہ کرنی چاہیے"

نور کے منہ سے بے ساختہ نکلا "اَستَغفِرُاللہ" وہ جیسے جیسے سن رہی تھی اُس کے دل کی دھڑکنیں مزید تیز ہو رہی تھیں۔اُس کی آنکھیں نمکین پانی سے لبریز تھیں۔اس کے دل میں خدا خوفی جنم لے رہی تھی جبکہ دماغ گناہوں کی یاددھانی کروا رہا تھا.اس کا گھر سے بے پردہ نکلنا نمازیں ترک کرنا،ڈرامے دیکھنے کا جنون، گانے سننا، جیسے ہی رمضان ختم ہوتا ویسے ہی گانوں کی دیوانی بن جانا،اس کو اپنا وجود کانپتا ہوا محسوس ہونے لگا۔

"*تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں"

"بے شک صرف اور صرف اللہ تعالی ہی عبادت کے لائق ہے اور وہی ہماری مدد کرنے والا ہے ایسی لیے جب تک اللہ سے مانگتے ہیں تب تک ہماری بات اللہ تک رہتی ہے بس لیکن جب ہم لوگوں سے مانگتے ہیں تو تمام تر دنیا کے محتاج ہو جاتے ہیں اور وہ تو بے گناہوں کی بھی سنتا ہے انھیں بھی راستہ دیکھاتا ہے۔دعائیں ان کی بھی رد نہیں کرتا۔

یہ سنتے ہی نور کے دل میں بھی آس پیدا ہوئی ی تھی۔اُس کی آنکھ سے ایک اشک ٹوٹ کے گرا تھا وہ اپنے خالی ہاتھوں کو مسلسل گھور رہی تھی جہاں اسے گناہوں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔کچھ بھی نہیں لیکن ابھی اُسے مایوسی میں آس ملی تھی.....

"*دیکھا ہمیں راستہ سیدھا"

ہمیں وہ راستہ دیکھا جو تیرا راستہ ہے سیراتِ مستقیم ہے اللہ تعالی کی شان تو دیکھیں اللہ نے قرآن کے شروع میں ہی مسلمان کو اس کے لیے دعا دے دی حتہ کہ نماز میں بھی اپنے لیے بار بار دعا کرنا لازم کر دیا۔

نور کی آنکھیں جو پہلے ہی نمکین پانی سے بھری تھی جہاں آنسو نکلنے کو بے تاب تھے ایک اور اشک بہاتے بولی۔

" :: سبحان اللہ"

"*راستہ ان لوگوں کا کہ انعام کیا تو نے ان پر نہ وہ جو غصہ کیا گیا ان پر اور نہ وہ جو گمراہ ہے"

اللہ تعالی ہمیں سیدھا راستہ دیکھا، کبھی کبھی کچھ یوں ہوتا ہے کہ ہمارا کچھ بہت عریز کچھ بہت خاص لے کر ہمیں آزماتا ہے تو کبھی کچھ دے کر آزماتا ہے اور جو آزمائش کو سمجھ جاتا ہے وہ سنور جاتا اور جو وہیں رہتا ہے وہ بکھر جاتا ہے۔اور جو سمجھ جاتے ہیں اللہ انہیں دنیا و آخرت دونوں میں انعام دیتا ہے،اللہ پاک ہمیں گناہگاروں کے راستہ پر نہ چلانا جن پر تیرا غصب ہوا اور چُن لے ہمیں تیرے راستہ پر چلنے والوں میں“

اور سچ ہے کہ سورۃ فاتحہ اللہ سے تعلق مضبوط کرتی ہے۔

نور کے آنسوں میں روانی آگ ئی ی اُس نے اپنی زندگی میں بہت گناہ کئے تھے اتنے کہ اب جب اسنے اپنے ذہن پر زور ڈالا تو اُسے یاد نہ آیا کہ آخری بار اس نے قرآن کب پڑھا تھا یہ ذہن میں آتے ہی اس کا دل مانو جیسے پھٹنے والا ہو وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ کیا وہ بھی گناہگھروں میں سے ہے ایسے ہی ہر کوئی اپنے اندر کا جائزہ لے رہا تھا جب سیسکیوں اور سرگوشیوں میں فون کی آواز گونجی۔ جیسے نور نے باخوبی پہچانا تھا وہ ارم بیگم کے فون کی بیل تھی جو ایک دفعہ بجنے کے بعد اسے سنائی نہیں دی جس کا مطلب تھا ارم بیگم نے کال ریسیو کر لی ہے کہ اچانک ہی فضا میں ان کے زور زور سے رونے کی آواز آنے لگی۔نور کو

ایک عجیب سا جھٹکا لگا تھا اس نے کبھی اپنی ماں کو ایسے روتے نہیں دیکھا اسے کچھ غلط کا اندیشا ہوا تھا وہ لڑکھراتے قدموں سے اپنی ماں کے پاس بھاگتی ہوئی ی گئی۔

نوران کے پاس پہنچی ہی تھی کہ ارم بیگم اس کا ہاتھ پکڑے بولیں۔

"چلو جلدی ہمیں جلدی پہنچنا ہے ہسپتال"

اور اپنے ہاتھ سے اپنے آنسو رگرتی باہر نکلیں۔

نور ارم بیگم کے ہمراہ چلتے ہوے بول رہی تھی۔

"مما کیا ہوا ہے کون ہے ہسپتال میں کیوں جا رہے ہیں ہم وہاں پلیز بتائیے مما بتائیے"...

اتنے میں ہی وہ ہسپتال کے باہر پہنچ گئے۔نور کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔اب وہ چوپ چاپ اپنی ماں کے ہمراہ چلتی جا رہی تھی کہ وہ ایک وارڈ میں پہنچ گئے سامنے پڑے وجود کو دیکھ کر اس کو ایک دم دھچکا لگا تھا کہ شاید یہ اس کی آنکھوں کا دھوکہ ہو لیکن وہ سچ تھا بلکل سچ۔۔

جہاں نورا اپنے باپ کو بے سُدھ، دنیا سے بے گانہ دیکھ کر اپنے حواس میں نہیں رہی تھی بھاگتی ہوئی وہ اپنے باپ سے لپٹ گئی تھی جو پوری طرح سے اس عارضی زندگی سے آزاد ہو چکے تھے۔ نور چیختی ہوئی ان کے اوپر سر رکھے رو رہی تھی اس کو پہلے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ ارم بیگم کی خود ابھی کچھ حالت خراب تھی مانو جیسے انھیں چُپ لگ گئی ہوں تو انم بیگم نور کے پاس آئی اسے سمجھانے لگیں۔ نور ان کے گلے لگے بھی مسلسل رو رہی تھی۔ لیکن اب نور کے رونے کی آواز بند ہو چکی تھی لیکن آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

وہی افان نور کو دیکھ کر حیران تھا کہ یہ کیسے؟؟ کیا سچ میں یہ ہی سکندر انکل کی بیٹی ہے؟

ایک روز گزر چکا تھا۔ نماز جنازہ بھی ہو چکی تھی۔

نور کی حالت بہت خراب تھی۔ ارم بیگم اپنے کچھ ہوش میں آئیں تو منور صاحب، جن کی خود بھی بہت خراب حالت تھی انہوں نے اپنی جان سے بھی عزیز دوست کو کھویا تھا؟ وہ ارم بیگم کو تفصیل سے آگاہ کرنے لگے۔

"میں اور سکندر میٹینگ میں بیٹھے تھے کہ اچانک سکندر کو ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ ہوسپٹل آنے سے پہلے ہی یہ عارضی دنیا چھوڑ کر جا چکا تھا۔"

سب رشتہ دار بھی اپنے اپنے گھر کو چل دیے تھے۔ جبکہ آزار زریشا، افان اور اس کی فیملی بس وہاں تھی۔ کیونکہ سکندر صاحب کا اپنی فیملی میں سب سے چھوٹے ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے بہن بھائیوں نے ان کے نام کمپنی کے شیر زا اپنے نام کروانا چاہے جب انہوں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی تو انھیں مکمل طور پر بے دخل کر دیا گیا۔ تب سے آج تک سکندر صاحب ان سے ملتے تو تھے لیکن صرف تہواروں پر، کیونکہ خونی رشتے اتنی آسانی سے نہیں ٹوٹتے آج بھی سب آئے تھے، بے یقینی کی کیفیت میں، آخر تھے تو بہن بھائی ہی لیکن رُکا کوئی بھی نہیں۔ بس ارم بیگم کو یہ تلقین کرتے گئے تھے۔

"کچھ چاہیے ہو یا کوئی مسلہ ہو تو بتانا ضرور"

آج نور معمول کے خلاف سر پر حجاب کئے بیٹھی تھی وہی زریشا بھی اس کے پاس بیٹھی تھی جو کب سے اسے کچھ کھلانے کی کوشش کر رہی تھی۔ جبکہ نور تھی کہ کچھ کھا ہی نہیں رہی تھی بس اس کے اندر یہ ہی سب چل رہا تھا کہ

"کبھی وہ لے کر بھی آزماتا ہے یہ تو بس آزمائش ہوتی جو آزمائش کو سمجھ لے وہ سنور جاتا ہے"

یہ سب سوچتے اسے کچھ صبر ملتا ہی تھا کہ پھر اس کی آنکھیں نمکین پانی سے بھر جاتی تھی اور کہی نہ کہی اس کے دل میں بات آتی کہ "اتنی بڑی آزمائش، میری ہی کیوں؟؟میرے بابا تو میری دنیا تھے میں کیسے رہ پاوں گ ئی ان کے بغیر کیسے؟؟"

جبکہ شیطان کا کام ہے غافل کرنا۔

اور پھر اس کے اندر سے ایک اور آواز اس کی ہی ذات کی نفی کر رہی تھی کہ "خدا کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا"

اتنے میں سب کے کانوں میں اذان عصر کی آواز آئی تھی زرمیشا نور کو تھوڑا بہت تو کھلا ہی چکی تھی آخر یہی تو وہ دوست ہوتے ہیں جو کبھی آپ کو اکیلا نہیں چھورتے۔ان کے رہتے آپ ہمت ہار جاؤ ایسا نہیں ہو سکتا تھا ابھی تو باقی کسی دوست کو اس حادثہ کا علم نہیں تھا۔

تبھی ان سب میں سے کوئی یہاں موجود نہیں تھا نم بیگم جوارم بیگم ساتھ بیٹھی انھیں دیلاسا دے رہی تھیں وہ بھی نماز کے لیے ایک دوسرے کے ہمراہ چل دیں۔نور اور زرمیشا بھی جائے نماز پر بیٹھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائی بیٹھی تھیں۔وہاں آزار،افان اور منور صاحب بھی مسجد پہنچ چکے تھے۔

نور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے بیٹھی تھی کہ اس کے آنسو جو وہ نماز کے دوران بھی ضبط کیے بیٹھی تھی ایک دم سے ان میں روانی ہو گئی۔ وہ ایسے ہی رو رہی تھی جب زرمیشا نے اسے تھوڑی دیر اکیلا چھوڑ دیا تا کہ وہ اپنے دل کی ساری بھڑاس نکال سکے۔ نور ابھی بھی ویسے ہی بیٹھی رو رہی تھی۔ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے کچھ کہنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی لیکن وہ اس آزمائش پہ پورا اترنا چاہتی تھی اس لیے بس وہ اتنا ہی کہہ سکی۔۔

"اللہ تعالیٰ مجھے صبر دے، میرے لیے میرے بابا کے بغیر رہنا ناممکن سا ہو رہا ہے جبکہ ابھی انھیں گئے ہوئے کچھ ہی دیر ہوئی ہے پھر بھی میرے اندر صبر نہیں آ رہا ہے"

ایسے ہی روتے روتے وہ کب نیند کی وادیوں بھی کھو گئی تھی اسے پتہ بھی نہ چلا۔

افان نے آج بھی کافی عرصے بعد دعا میں پھر سے اپنی سنوائیٹ کو منگا تھا۔

"اللہ تعالیٰ اسے میرے حق میں بہتر بنانا بس، اور بے شک تو ہی جانتا ہے کیا بہتر ہے ہمارے لیے"

نور کی آنکھ کھلی تو وہ اپنا ڈوپٹہ سر پر صحیح کرتے ہوئے باہر سب کے پاس گئی تھی جہاں باقی سب تو بیٹھے تھے بس زریشا نہیں تھی۔ کچھ خیال آنے پر وہ کچن کی طرف چلی گئی نور اب کافی حد تک سمبھل گئی تھی۔

"اگر ہم اُس سے صبر مانگے تو ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ وہ ہمیں صبر نا دے آخر صبر آ ہی جاتا ہے دلوں کو سکون بخش دیا جاتا ہے۔"

نور کا اندازہ صحیح تھا وہ بولی

"میں کر دیتی ہوں یار"

نور سمبھل تو گئی تھی لیکن آواز ابھی مرجھائی ہوئی تھی۔

زریشا اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی "تمھیں بخار تو نہیں، تم کرو گی کام بس ڈالنا ہی تو ہے کھانا، میں ڈال دوں گی تم کرو گی تو ڈبل کرنا پڑے گا۔"

نور پھیکا سا مُسکرائی تھی۔

"اتنی بھی بات نہیں ہے اب تھورا بہت تو کر ہی سکتی ہوں"۔

"اچھا تو پلیٹس وغیرہ پکڑا دو اور پلیز اپنے اوپر نہ گرانا نہیں یاد ہے پچھلی بار ہم نے کیک بنایا تھا تم نے برتنوں کی تباہی مچا دی تھی"

زریشانور کو مسلسل ہسانے کو شش کر رہی تھی کہ وہ کچھ بہتر محسوس کرے لیکن نور بس چپ چاپ اس کی باتیں سن رہی تھی اور کبھی کسی بات پر پھیکہ سا مسکرا دیتی تھی۔

وہ دونوں کھانا باہر لے جا چکی تھیں۔ سب ایک ساتھ ٹیبل پر بیٹھے تھے۔ مکمل خاموشی میں کھانا کھایا جا رہا تھا۔ نور اور ارم بیگم ایک دم سے کھاتے کھاتے سکندر صاحب کی کرسی کو دیکھ کر ایک یاد تازہ کرنے لگیں۔

"آج میں اپنی گڑیا کو خود کھانا کھلاؤں گا۔"

سکندر صاحب نور کو کھانا کھیلاتے ہوئے اپنے ساتھ والی چیر کو دیکھتے ہوئے بولے تھے کہ

ارم آجاؤ اب کھانا ساتھ کھا لو پھر کرتی رہنا اپنے کام۔"

ان کے گھر میں ہمیشہ کھانے کے پورا ٹیبل کھلکھلاتا تھا اور آج ویران تھا۔۔

سب کھانا کھا کر اٹھ گئے تھے نور بھی اپنے کمرے میں بیٹھی تھی جب وہ پھر سے اپنے خیالوں میں کھوں گئی۔

"کیا ہوا میری گڑیا کو اداس کیوں بیٹھی ہو؟"

"کل زرلٹ ہے بابا جان بہت دل گھبرا رہا ہے پتہ نہیں کیا ہو گا۔"

سکندر صاحب ہنستے ہوئے بولے۔

"کچھ نہیں ہوتا مجھے پتہ ہے میری گڑیا کے اچھے نمبر ہی آئیں گے۔ پھر بھی تم ایسا کرو سورۃ الضحیٰ پڑھ لو کیونکہ جب انسان پریشان اور ناامید محسوس کرے تو... سورۃ الضحیٰ پڑھ لینی چاہیے..

کیونکہ جب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر چھ ماہ تک کوئی وحی نازل نہ ہوئی نہ جبرائیل آئے نہ ان کو خواب میں الہام ہوا تو وہ پریشان ہو گئے تھے۔

وہ پریشان رہنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الضحیٰ وحی فرمائی....

جس کی تفسیر آتی ہے کہ "..........

"اگر تم پریشان ہو تو رات کو جلدی سو اور جلدی اٹھو اور خوبصورت صبح کو دیکھو...تاکہ تمہیں پتہ چلے کہ صرف اندھیری رات نہیں ہے بلکہ اس کے بعد روشن صبح ہے... پھر فرمایا

اے محمد تمہارے رب نہ تو تم سے ناراض ہے اور نہ ہی وہ تمہیں بھول گیا ہے۔"...

"اس سے بہتر بھی کوئی تسلی ہو گی؟

تو بس جب تم ڈپریشن میں ہو تو سورۃ الضحیٰ پڑھ لیا کرو"...

وہ بھی اپنے خیالوں سے باہر آتی قرآن کھولنے لگی اور سورۃ الضحیٰ نکال کر پڑھنے لگی کیونکہ وہ بھی سکون چاہتی تھی اس دل بھی بے چین تھا غم اندر سے اسے کھا جا رہا تھا

ترجمہ:

"قسم ہے چہرے دن کی

اور رات کی جب وہ چھا جائے

نہیں چھوڑا آپ کو آپ کے رب نے اور نہ وہ آپ سے ناراض ہے۔

اور یقیناً آخرت بہت بہتر ہے آپ کے لیے دنیا سے

اور البتہ عنقریب عطا کرے گا آپ کو آپ کا رب کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

کیا نہیں پایا اس نے آپ کو یتیم پھر اس نے جگہ دی۔

اور اس نے پایا آپ کو ناواقفِ راہ پھر اس نے ہدایت دی۔

اور اس نے پایا آپ کو تنگ دست تو اس نے غنی کر دیا۔

لہذا یتیم پر سختی نہ کیجیے۔

اور لیکن سائل کو نہ آپ جھڑکیے۔

اور لیکن نعمت اپنے رب کی تو اسے بیان کیجیے"

"سورۃ الضحی کا لفظ رات کے لیے استعمال ہوا ہے جس کے معنی سکون طاری ہونے کے ہیں۔"

وہ جیسے جیسے پڑھنا شروع کر رہی تھی۔اُس کو اُس کے بابا کے الفاظ یاد آتے جا رہے تھے۔ جس پر اس نے اس وقت بھی اتنا نہیں سوچا تھا جب وہ کہے گئے تھے جتنا کہ آج وہ الفاظ اس کے دماغ میں چل رہے تھے۔ صحیح کہتے ہیں کہ لوگ جب چلے جاتے ہیں تو ان کی قدر محسوس ہوتی ہے ان کے الفاظ اثر کرنے لگتے ہیں پاس بیٹھے لوگوں کے بجائے چلے جانے والے لوگوں کی یادیں یاد آتی ہے۔

"*دیکھو بیٹا! پہلے روزِ روشن کی قسم کھا کر اطمینان کروایا گیا ہے کہ کبھی کبھی ہمیں لگتا ہے کہ اللہ ہم سے ناراض ہے لیکن جو لگتا ہے وہ ہمیشہ صحیح نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی حقیقت کچھ اور ہوتی ہے جو صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ کہاں اور کس میں ہماری بہتری ہے۔اس سورۃ کا نازل ہونے کا مقصد ہی تسّلی دینا تھا، پریشانی کو دور کرنا تھا جیسا کہ میں نے پہلے آپ کو بتایا تھا حضور ﷺ بہت پریشان تھے جب اس سورۃ کو نازل کیا گیا۔

اس میں فرمایا گیا ہے کہ نہ تو میں آپ سے ناراض ہوں اور نہ تو میں نے آپ کو چھوڑا ہے۔ اور جو بھی تمھاری زندگی میں مشکلات آتی ہیں وہ سب تو کچھ وقت کے لیے ہوتی ہیں۔ ہر بعد کا آنے والا وقت ہر بار آ چکے وقت سے بہتر ہو گا اور کچھ زیادہ دیر نہ گزرے گی کہ اللہ عطا کرے گا آپ کو اتنا کے آپ خوش ہو جاؤ گے۔

نور کی آنکھوں سے جو آنسو ٹوٹ کے گر رہے تھے ان کے برسنے میں تیزی آ گئی تھی۔ جہاں وہ سوچ رہی تھی کہ اب تو اس کی زندگی میں کچھ رہا ہی نہیں وہاں اس کی اس مایوسی میں کچھ امید کی مانند تھا کہ اللہ پاک اسے یہاں دینے کی نوید سنا گئے تھے بے شک ہماری تمام پریشانیوں کا حل پہلے سے ہی قرآن پاک میں لکھ دیا گیا ہے۔

”عنقریب عطا کرے گا آپ کا رب آپ کو کہ آپ راضی ہو جائیں گے“

پتہ ہے بیٹا! جب اس سورۃ کی خوشخبری سنائی گئی تھی۔

اس سے پہلے دُور دُور تک کسی نزول کے آثار نظر نہیں آرہے تھے۔اسی طرح ہماری زندگی میں بھی کچھ ایسے غم آتے ہے جن کے بعد ہمیں کچھ نظر نہیں آتا دور دور خوشی کی رمق بھی نہیں ہوتی کہ ہم اپنے آپ کو بہت لاچار اور بے بس سا محسوس کرنے لگتے ہیں۔
لیکن جب ہم ہر طرح سے اللہ پاک پر توقل رکھتے ہیں تو ہمیں راستہ دیکھا دیا جاتا ہے خوشخبری سنادی جاتی ہے۔

کیا ایسی بھی کوئی خوشخبری ہوسکتی ہے کہ میں اپنے بابا کی وفات کا غم نہ کروں یا انھیں بھول جاوں کیسے ؟؟

پھر سے منظر دھندلا ہوا تھا پھر ماضی کی یادیں چلنے لگی تھی اس کے بابا بول رہے تھے۔

بے شک اللہ سے ناامید ہونا بہت غلط بات ہے۔جس طرح اللہ نے بچپن سے اتنا بڑا کیا ہے تو کیا وہ ہمارے چھوٹے مسئلے حل نہیں کرے گا مشکل جیسی بھی ہو صرف اللہ پر توقل رکھو وہی مدد کرسکتا ہے اس کے علاوہ کوئی نہیں ہوتا ہماری مدد کرنے والا۔اس دنیا کے تمام رشتے عارضی ہے۔

ہماری بے بسی ہماری لاچاری میں صرف اللہ ہوتا ہمارے ساتھ جو انسان صرف اللہ کے سامنے جھکتا ہے اسے کسی اور کے سامنے نہیں جھکنا نہیں پڑتا۔ جو کھو چکے ہو اس پر صبر مانگو اور جو ہے اس پر شکر کرو۔

اسے ایک دم دل بند ہوتا محسوس ہوا تھا اسے اپنی ماں کا خیال آیا تھا جانے والے تو اس کے بابا تھے اور اپنی ماما کو تو وہ خود ہی بھول گئی تھی۔ وہ قرآن پاک رکھتی اپنا حجاب صحیح کرتی باہر نکل گئی تھی اسے اپنی ماما کے پاس جانا تھا۔ اسے اپنی ماما کی وہ حالت یاد آئی تھی جو زریشا کے گھر کال پہ بات کرنے کے بعد ارم بیگم کی ہوئی تھی۔ وہ بری طرح رو رہی تھی نور کو اپنے اوپر بے حد افسوس ہوا تھا۔ اسکی ماما تو اس کے پاس تھی ابھی پھر بھی اس نے ان کا خیال نہ کیا تھا وہ ارم بیگم کے کمرے کی طرف جا ہی رہی تھی کے وہاں سے افان بھی گزر رہا تھا۔ لیکن اسے جلد ہی اپنی ماما کے پاس جانا تھا وہ اگے بڑھ ہی رہی تھی کے پیچھے سے کسی نے اسے ٹوکا تھا۔

"میری سنوؤ ایٹ"

سچ میں آج اسے نور واپس سے اس کی سنوؤ ایٹ ہی لگی تھی۔ مکمل حجاب میں اس کی گوری رنگت وہ سچ میں آج بہت اچھی لگی تھی۔ پہلے وہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ جب جب وہ نور سے ملا اسے دیکھا دیکھا سا چہرہ لگتا تھا۔ اس کی شوخ ادائیں سب تو ویسی تھی پھر کیسے نہیں پہچان پایا تھا وہ اپنی سنوؤ ائٹ کو افان کی آواز اتنی ہلکی تھی کہ اس کے اپنے کانوں تک بامشکل پہنچی تھی۔

نور جو ارم بیگم کے کمرے کے باہر کھڑی اندر جانے کا ارادہ رکھتی تھی اب وہ اس کی طرف مڑی ایک ابرو اوپر کیے اسے گھوری سے نوازا تھا۔ افان نور کو اپنی طرف متوجہ پا کر بولا

"تمھاری ماما سو رہی ہیں"

نور نے سپاٹ انداز میں افان کی بات پر سوال کیا تھا۔

"ان کے پاس کون ہے؟؟"

"میری ماما ہیں ان کے پاس آج شاید وہ یہی رہیں گی میں یہی بتانے آیا تھا کہ ہم جا رہے ہیں"

"اچھا بول دیا"

"نہیں سو رہی تھی اس لیے تمھیں ہی دیکھنے جا رہا تھا"

نور کا چہرہ ہر تاثر سے پاک تھا۔

"ہممم"

وہ ہاں میں سر ہلاتی ٹہلتی لان کی طرف چل دی تھی جہاں باقی سب تھے۔

افان کو نور یوں اداس اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

سب جا رہے تھے بس انم بیگم رُکی تھیں۔رُکنا تو زرمیشا بھی چاہتی تھی لیکن اسے اجازت نہیں ملی۔افان اور منور صاحب کار میں بیٹھ گئے تھے جبکہ افان تھا کہ کار سٹارٹ ہی نہیں کر رہا تھا۔منور صاحب جب اسے کار سٹارٹ کرنے کا کہنے لگے تو وہ دیکھ کر حیران رہ گئے ان کے بیٹے کی آنکھیں ایک ہی جگہ ٹکی ہوئی تھی اور معمول کے خلاف وہ مسکرا رہا تھا۔
جب انھوں نے افان کی نظروں کا تعاقب کیا تو وہاں نور کھڑی تھی جو کہ دروازہ بند کر رہی تھی۔افان نے جب منور صاحب کو اپنی طرف متوجہ دیکھا تو شرمندہ ہوتے ہوئے فٹ سے اس کی مسکان غائب ہوئی تھی اور جلدی سے اس نے کار سٹارٹ کی۔کچھ ہی دیر میں کار ہوا سے باتیں کرتی گھر کے اگے آ کے رُکی تھی جہاں زویا نے دروازہ کھولتے ساتھ سوالات شروع کر دیے تھے۔

"کیا ہوا نور کیسی ہے اور آنٹی کیسی ہیں؟؟اور ماما کہاں ہیں؟"

زویا کو سکندر صاحب کے انتقال کے بارے میں پہلے ہی بتا دیا تھا اور اسی لیے وہ تھوری دیر اپنی خالہ کے گھر تھی افان نے نکلتے ہوئے زویا کو کال کردی تھی کہ گھر آجاؤ میں نے ڈرائیور بھیج دیا ہے اس لیے اب تک ان کے آنے سے پہلے ہی وہ آگئی تھی۔

زویا کے سوال سنتے ہوئے افان بولا۔

" اووو یار آہستہ آہستہ پوچھو بابا کیسے بتائیں گے سب ایک ساتھ۔"

زویا شرمندہ ہوئی تھی وہ تو یہ بھول ہی گئی تھی کہ منور صاحب نے بھی اپنے عزیز دوست کو کھویا تھا۔

منور صاحب بغیر کچھ بولے وہاں سے چلے گئے تھے۔افان کی نظروں نے ان کا تعاقب کیا تھا جب تک کہ وہ منظر سے غائب نہ ہو گئے۔زویا بھی وہیں کھڑی تھی۔جب افان نے زویا کو مخاطب کرتے کہا

"ماما آنٹی کے پاس ہیں اور مجھے کافی بناں دو مجھے کچھ کام ہے ابھی۔"

اور مدھم سا مسکراتا ہوا اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔

"اب انھیں پتہ نہیں کیا ہوا ہے ویسے جلاد بنے پھرتے ہیں اور اس موقع پر مسکرا رہے ہیں"

نور بھی آج ارم بیگم اور انم بیگم کے پاس سوئی تھی۔

افان نے اپنے کمرے میں آتے ساتھ عِشا کی نماز ادا کی اور سورۃ رحمن کی تلاوت کرنے لگا۔آج اسکی بچپن سے لے کر اب تک کی سب سے بڑی خواہش پوری ہوئی تھی آخر اسے اس کی سنوؤ اٹ مل گئی تھی۔

"تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟""""

اس کی زندگی نے اسے پھر زندگی کی ناوید سنائی تھی۔اللہ تعالی کبھی سچے دل سے کی ہوئی دعاوں کو رد نہیں کرتا وہ قرآن بند کرتا اپنا لیپ ٹاپ کھولے بیٹھا تھا جب زویا اسے کافی دینے آئی۔زویا اس کی کوفی رکھ ہی رہی تھی کہ اس کی نظر لیپ ٹاپ پہ کھولی تصاویر پر پڑی۔اسے دیکھتے زویا بہت مزے سے بولی تھی۔

"یہ تو وہی یونیورسٹی ہے جہاں نور نے اپلاے کیا ہوا تھا ایک دو ہفتہ تک شاید وہ جانا شروع کرے اب۔"

افان اپنے غصہ پر قابو کرتے ہوئے بولا۔

"ہمم اچھا جاو تم بھی سو جاؤ صبح بابا کے ساتھ وہاں چلی جانا تھوری دیر"۔

زویاہاں میں سر ہلاتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

اورافان بھی پر سوچ انداز میں بیٹھا کچھ سوچنے لگا۔سوچتے ہوئے اس نے ٹیبل پر پڑے اپنے فون کو اٹھاتے ہوئے نمبر میلایا۔تیسری بیل پر بھی کال ریسیو نہ ہوئی تو افان نے دوبارہ کال ملائی آخر کار پھر سے تیسری بیل پر کال ریسیو کرلی گئی تھی۔اسپیکر سے ایک بھاری اور غنودگی بھرے لہجے میں آواز اُبھری۔

"جی بھائی اوہ میرا مطلب سر" !

افان پُر سوچ انداز میں گویا ہوا۔

"وہاں تم نہیں جاؤ گے میں خود جاؤں گا۔پھر آہستہ آہستہ تم لوگوں کو بتاتا جاوں گا کیا کیسے کرنا"

"اتنی رات کو یہ کہنے کے لیے جگایا تھا"

ابھی وہ بول ہی رہا تھا کہ فون کی اسکرین پر نظر پڑی جہاں پچھلے ایک منٹ سے کال کٹ ہو چکی تھی۔افان ہمیشہ سے ہی بس اپنی بات کہتے ہی فون کٹ کر دیتا تھا پھر ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ آج نہ کرتا۔وہ بھی فون کو دیکھتا واپس نیند کی وادیوں میں کھو گیا تھا۔

وہاں افان اپنا کافی کا کپ پکڑے ایک سپ لیتا ہوا ہیڈ فون لگائے بیٹھا تھا۔

سامنے سے اسے دو لوگوں کے بات کرنے کی آواز آرہی تھی جو آپس میں کسی مشن کی بات کر رہے تھے۔

"ہاں میں لے آیا ہو تو نے دیکھ لیے"

ابھی پہلے آدمی نے یہ ہی کہا تھا کہ دوسرے کی بس اتنی آواز آئی

"ششش خاموش یہ کیا لگا ہوا ہے؟"

اسے افان کی لگائی چیپ جو اس نے اس آدمی کو مارتے ہوئے لگائی تھی اور اسے جان بوجھ کے جانے دیا تھا تاکہ ان کی لوکیشن چیک کر سکے اور ان کا پلان معلوم کر سکے لیکن اب افان کو اپنا پلان فلوپ ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔کیونکہ دوسرا انسان جو چیپ دیکھ چکا تھا اب

اس نے زور سے چیپ کھینچی تھی۔افان کو وہاں چیخ سن کر پتہ لگ گیا کہ چیپ اتار دی گئی ہے اب وہ آدمی دھارا تھا۔

"یہ کیا ہے"

اس پر سامنے والا شخص گھبرا کر بولا تھا۔

"مم...مجھ...ےےے نہیں پتہ"

اس کی زبان اٹک رہی تھی بولتے ہوئے۔

"تم اتنے احمق انسان ہو کہ کسی نے تمھارے اوپر یہ چیپ لگا دی اور تمھیں پتہ بھی نہیں لگا"

اور پھر بس گن کے چلنے کی آواز آئی تھی اور سامنے والا انسان بے سُدھ ہو کر زمین بوس ہو چکا تھا۔افان کو آوازیں آنا بھی بند ہو گئی تھی جس کا مطلب تھا چیپ توڑ دی گئی تھی۔

وہاں افان غصے سے ہیڈ فونز اتارتا ہوا اپنا کافی کا کپ لیتا ہوا کھڑا ہو گیا تھا۔

وہ کافی کا سیپ لیتے ہوئے کھڑکی سے باہر نظریں مرکوز کیے کھڑا تھا اور اس کے دیماگ

میں بس یہی چل رہا تھا کہ ہم صرف اب یونیورسٹی کے ذریعے ہی ان تک پہنچ سکتے ہیں

یونیورسٹی کے بارے میں سوچتے ہوئے پھر اسے نور کی یاد نے آگھیرا تھا اسکی سنوؤ ایٹ

وہ پھر سے کہی ماضی کی یاد میں کھوں گیا تھا

سنوؤ ائی ٹ دیھان سے بھاگوں گر جاوں گی ابھی افان کے یہ کہنے کی دیر تھی کہ افان کے

پہچنے سے پہلے ہی وہ گر گ ئی ی تھی اور اب رونے لگی تھی سب بھی بھاگتے ہوئے ان

دونوں کے پاس آیے تھے کہ کیا ہوا ہے دونوں بچوں کو جب وہ پہنچے تو نور کے ساتھ ساتھ

افان کے بھی آنسو بہہ رہے تھے سب نے جب پوچھا کیا ہوا، دونوں کو تو افان روتے روتے

اپنی ماما کو بول رہا تھا

"مماوہ.....وہ نہ.....سنوؤ ائی ٹ گر گی تھی میں آ ہی رہا تھا تو وہ گر گ ئی ی تھی

"

سب افان کی بات پر ہنس دیے تھے افان واپس سے حال میں واپس آیا

لیکن اب اس کے چہرے پر پہلے جیسی سختی نہیں تھی

اب اسے اپنے بابا کے لیے روتی ہوئی نور یاد آئی تھی جو اس دن بھی روتی ہوئی ویسی ہی لگ رہی تھی اس دن بھی وہ بلکل بچوں کی طرح ہی رو رہی تھی افان کو اس کا رونا برا لگا تھا

وہ اپنے آپ سے مخاطب ہوا تھا

"کاش کاش نور میں تمھاری تکلیف دور کر سکتا"

لیکن یہ تکلیف کوئی اور دور نہیں کر سکتا تھا

کچھ دیر میں افان کے کانوں میں فجر کی آذان کی آواز آئی تھی وہ اپنا لیپ ٹوپ بند کرتا ہوا نماز کے لیے چل دیا

نور ابھی نماز کے لیے اٹھی تھی جب اس نے دیکھا انم بیگم اور ارم بیگم دونوں ہی نماز پڑھ رہی تھی وہ بھی نماز کے لیے اٹھ گئی

دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہی افان کی زبان سے شکر کے الفاظ نکلے تھے۔ لیکن اپنے بھائی کی یاد اسے پھر سخت کر گئی تھی۔ اس کے چہرے پر معمول کے مطابق پھر سے سختی کے عناصر نمایاں تھے۔ دعا مانگتا وہ واپس اپنے گھر کی طرف چل دیا کیونکہ تھوڑی دیر تک وہ جاگنگ پر جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

نور نے جیسے ہی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اس کے آنسوؤں نے پھر سے تیزی سے بہنا شروع کر دیا۔ وہ اب مزید رونا نہیں چاہتی تھی۔ وہ اپنی ماما کے لیے کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی لیکن آنسو تھے کہ تھمنے کا نام ہی نہیں رہے تھے۔ تھوڑی دیر یوں ہی وہ روتی رہی۔ پھر اپنے اور اپنی ماما کے لیے صبر کی دعا مانگتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ جائے نماز تہہ کر رہی تھی کہ اس کی نظر کھڑکی سے باہر آسمان پر پڑی تھی جہاں مدھم روشنی آہستہ آہستہ پھیلتی جا رہی تھی۔ اس کو یہ منظر ہمیشہ سے پسند تھا۔ آج بھی وہ بے اختیار قدم اٹھاتی ٹیریس میں آئی۔ ابھی وہ کھری ہی تھی کہ اسے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ اس سے پہلے کہ وہ پلٹتی اسے اپنے پیچھے سے اپنا نام سنائی دیا۔

"نور"

آواز بہت آہستہ تھی لیکن اس نے پہچان لی تھی آخر کیسے نہ پہچانتی اس کی ماما کی آواز تھی۔ جب وہ پیچھے مڑی تو ارم بیگم کھڑی تھیں۔

"بیٹا تم ٹھیک ہو"

سکندر صاحب کے انتقال کے بعد یہ ان کی پہلی گفتگو تھی۔ نور نے اپنی ماں کے لیے مسکرانے کی کوشش کی لیکن وہ ناکام رہی۔ وہ تو ٹھیک نہیں تھی لیکن اس کا ٹھیک رہنا ضروری تھا۔

"میں ٹھیک ہو ماما"

کبھی کبھی ہمیں لگتا ہے ہماری زندگی میں اب کچھ نہیں بچا ہم اپنے آپ کو بہت بے مول محسوس کرتے ہیں۔ لیکن اصل حقیقت تو یہ ہوتی کہ کسی کی زندگی ہی صرف ہم سے ہوتی ہے نور کو بھی پتہ تھا کہ اب اسے اس کی ماما کے لیے مسکرانا تھا۔ اب وہ دونوں ہی تو تھیں ایک دوسرے کا سہارا۔

ارم بیگم بھی خاموشی سے اس کے پاس آکر کھڑی ہو گئیں دونوں کے بیچ اب گہری خاموشی تھی جسے نور کی آواز نے تورا تھا۔

"ماما دیکھیں آسمان کتنا خوبصورت لگ رہا ہے۔ آسمان سے نکلتی روشن سورج کی کرنیں بتاتی ہیں کہ ہر رات کے بعد دن چڑھتا ہے ہمیں بھی اپنی زندگی میں اب صرف ان کرنوں کو پہچاننا ہے۔"

نور یہ بول تو ارم بیگم سے رہی تھی لیکن کہیں نہ کہیں وہ خود کو بھی تسلی دے رہی تھی اور پھر کچھ دیر خاموشی کے نظر ہو گئے۔

اس گہری خاموشی میں اب انم بیگم نے خلل ڈالا تھا۔جو تین چائے کے کپ لیتی ہوئی اندر آئی تھیں۔ارم بیگم کو بھی نور کے کمرے میں انھوں نے ہی بھیجا تھا اور خود تینوں کے لیے چائے بنانے چلی گئی تھیں۔ارم بیگم کے منع کرنے پر انھوں نے ضد کی تو ارم بیگم یہاں آ گئیں اور اب وہ بھی آ گئی تھیں۔انم بیگم چائے کے دوران ان دونوں سے باتیں کر رہی تھیں۔جس پر وہ دونوں ہلکا سا مسکرا دیتیں۔ارم بیگم کوئی بات کر لیتی تھیں۔جب انم بیگم نے یہ محسوس کیا کہ نور بلکل ہی خاموش بیٹھی ہے نہ تو کچھ بول رہی ہے اور نہ ہی کسی بات میں دلچسپی لے رہی ہے تو وہ نور کو مخاطب کرتے ہوئے بولیں۔

"نور تمھیں پتہ ہے افان بچپن میں ہر وقت یہاں آیا کرتا تھا تمھارے ساتھ کھیلنے تم تو بہت چھوٹی تھیں۔جب ہم نے گھر شفٹ کر لیا تھا یہاں سے لیکن تب بھی افان ہر وقت ضد کرتا تھا یہاں آنے کی تو ہم کبھی کبھی آتے بھی تھے۔اس کے بعد تمھارے انکل کے کام کی وجہ سے ہم پاکستان سے باہر شفٹ ہو گئے تھے پھر کچھ".....

اب کی بار نوران کی باتیں غور سے سن تو رہی تھی پر کوئی جواب نہیں دے رہی تھی۔اگر ویسی نور ہوتی تو ابھی افان کے لیے وہ الفاظ ضرور استعمال کرتی جو وہ ہمیشہ کرتی تھی اس سے مال میں ملنے کے بعد

انم بیگم بول ہی رہی تھی کہ گھنٹی بجی جس کی وجہ سے بات کرتی کرتی رک گئیں تھیں۔نور دروازہ کھولنے گئی تو باہر افان کھڑا تھا۔افان نے بے ساختہ پوچھا

"کیسی ہو؟؟"

"ٹھیک ہو"

نور اس کو حیرانی سے دیکھتی ہوئی اندر کی طرف چل دی۔افان بھی اس کے ہمراہ اندر آ گیا جہاں انم بیگم اور ارم بیگم بیٹھی تھیں۔انم بیگم افان کو دیکھ کے حیران ہوئی تھیں۔افان تو اب کافی عرصے سے سب کے ساتھ بیٹھتا ہی بہت کم تھا لیکن وہ خوش تھیں۔اپنے بیٹے میں سُدھار دیکھ کر انھیں اچھا لگا تھا۔کچھ ہی دیر میں افان اٹھ کر جانے ہی لگا تھا کہ اسے

یونیورسٹی کا یاد آیا تھا۔اس نے نور سے پوچھنا چاہا تھا لیکن ارم اور انم بیگم دونوں بھی وہاں بیٹھی تھیں اس لیے دونوں کو خدا حافظ کہتا نکل گیا

اب وہ چلتا ہوا فون نکال کر کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔کچھ دیر میں اسے ایک وائیس میسج ریسیو ہوا۔

"اوکے سر ائی ہیو ٹولڈ دیس ٹو ایوری ون"

کچھ دیر میں افان کی کار ہواؤں سے باتیں کرتی فارم ہاوس کے باہر رُکی تھی۔اور کچھ دیر میں باقی سب بھی وہاں پہنچ گئے تھے اب افان نے پلان میں جو تبدیلی کی تھی وہ سب کو بتا رہا تھا۔

"اوکے آپ لوگوں کو کیسے کیسے آنا ہو گا وہاں میں بتادوں گا اتنی بڑی یونیورسٹی ہے وہاں تقریباً ہر کسی پر نظر رکھنی ہو گی خاص طور پر ہوسٹل اسٹوڈینٹس پر۔"

ہال نماں کمرے میں اب افان کے علاوہ سب کی آواز گونجی تھی۔

"یس سر" !

اب سب اپنے اپنے راستہ چل دیے تھے کہ افان نے ان میں سے ایک کو روکا اور اسے علیحدہ سے پلان بتانے کا کہا تھا۔ وہ بھی سر ہلاتا چلا گیا تھا۔ اب افان کو اپنا دوسرا کام کرنا تھا۔ وہ فون پر نمبر ملا رہا تھا۔ اسپیکر سے مصروف سی آواز ابھری تھی۔

”ہاں بول“

افان سامنے والے کو سنتا ہوا بولا۔

”آج لینچ ساتھ کرتے ہیں“

آگے اسے زوردار قہقہہ سننے کو ملا تھا۔

”خیر ہے بھائی تو کہہ رہا ہے اتنے دنوں بعد۔ چل آتا ہو تھوری دیر تک“ !

افان:: ”چل ٹھیک ہے پھر ملتے ہیں۔“

یہ کہتے ہوے افان نے کال کاٹ دی تھی۔ آزر بھی فون رکھتا ہوا ایک نظر اپنی گھڑی کو دیکھتا ہوا واپس کام میں مصروف ہو گیا۔

آزار ابھی تک کام کر رہا تھا جبکہ گھڑی دوپہر کے تین بجا رہی تھی۔ اچانک

آزار کا فون بجا، آزار نے جب اپنا فون چیک کیا تو فون کی روشن اسکرین پر افی کا میسج تھا۔

"کب تک آ رہا ہے اتنی دیر کیوں لگا دی ہے"

میسج دیکھتے ہی آزار جلدی جلدی اپنا لیپ ٹاپ بند کرتا فون کی ایسکرین پر انگلیاں چلاتا ہوا کار میں بیٹھ گیا اور میسج سینڈ کر دیا۔

"پانچ منٹ تک پہنچ رہا ہوں"

تھوڑی دیر میں وہ دونوں ڑہسٹورینٹ میں بیٹھے لنچ کر رہے تھے۔ ساتھ ہی افان آزار سے کچھ کیس کے متعلق باتیں کر رہا تھا کہ اچانک اسے نور کا خیال آیا۔ وہ عام سے انداز میں گویا ہوا تھا۔

"اب بھابھی کی یونی سٹارٹ ہونے والی ہے نہ تو وہ اگے کیا سبجیکٹ رکھنے والی؟؟"

"کون زرمیشا؟؟"

افان نے آزار کے سوال پر ایک اور سوال کیا تھا۔

"ہاں تو اور کون؟؟"

"اوہ اچھا اچھا اس نے تو بی-ایس کرنا"

"اچھا اور وہ"....

افان تھوڑی دیر رو کا تھا اس سوچ میں کہ پوچھوں یا نہیں۔

آزار افان کو گھورتا ہوا بولا۔

"کیا وہ؟"

افان نے اپنا برہم برقرار رکھتے ہوا کہا۔

"پوری بات ایک ساتھ ہی سن لیا کرنا کتنا کیوں ہے میری بات"

"میں نے کب کاٹی تو خود ہی رُکا تھا بولتے بولتے اور تو ! اور میرے کہنے سے روک جائے نوٹ پوسیبل"

"تیرا ہو گیا تو بولوں؟"

اب کی بار آزار کا قہقہہ لگا تھا۔

"ہاں ہو گیا میرا"

"میں نے بس اتنا پوچھنا تھا کہ نور بھی بی-ایس کرے گی؟"

آزار اسے گھورتا ہوا بولا

"نہیں وہ ائی ٹی کرنے والی ہے آئی تھینک تجھے کیا اس سب سے؟؟"

"کچھ نہیں ایسے ہی"

"اچھا مجھے تو کچھ دال میں کالے کی اسمیل آرہی ہے تیرے پاس سے"

افان اس کی بات سنتا ہوا ہلکہ سا مسکرایا تھا۔

اور پھر کچھ یوں شاعری میں گویا ہوا۔

"بیٹھے ہیں چین سے

کہیں جانا تو ہے نہیں"

)افان نے پہلی لائن میں آزر کو وقت کا اندازہ لگانا چاہا تھا اور کھڑا ہو گیا۔آزار بھی اسے سنتا ہوا کھڑا ہوا اور دونوں چلنے لگے۔(

"ہم بے گھروں کا

کوئی ٹھکانہ تو ہے نہیں"

)اب کی بار افان اسے اپنی سخت ڈیوٹی کا بتاتا ہوا آگے بڑھا تھا۔(

"وہ جو ہمیں پسند ہے

کیسا ہے، کون ہے

کیوں پوچھتے ہو

ہم نے بتانا تو ہے نہیں"

اور اپنی کار سٹارٹ کرتے ہوے آزر کو حیران چھور کر چلا گیا تھا۔

تو آزر زیرِ لب اس کے الفاظ دُھرانے لگا اسے کچھ صحیح سے سمجھ نہیں آئی تھی۔ افان کی عادت ہی ایسی تھی کوئی بات صاف الفاظ میں نہیں بتاتا تھا۔

"بیٹھے ہیں چین سے

کہیں جانا تو ہے نہیں

ہم بے گھروں کا

کوئی ٹھکانہ تو ہے نہیں

وہ جو ہمیں پسند ہے

کیسا ہے، کون ہے

کیوں پوچھتے ہو

ہم نے بتانا تو ہے نہیں"

آزار کو اب سمجھ آئی تھی تو وہ ہنستا ہوا کار کی طرف چل دیا۔

اس کے بعد آزر کی کار بھی ہواؤں سے باتیں کرتی اپنی منزل کی جانب چل دی۔

منور صاحب، افان اور زویا سب ہی آج نور اور ارم بیگم سے ملنے آئے تھے۔ انم بیگم پہلے ہی وہاں موجود تھیں۔ نور اور ارم بیگم کے منع کرنے کے باوجود بھی انم بیگم نے زویا کو کھانا بنا کر لانے کی تاکید کر دی تھی۔ وہ سب اب تک کھانا کھا چکے تھے۔ زریشا بھی تھوڑی دیر پہلے نور سے مل کر گئی تھی۔

سب لان میں بیٹھے تھے جب نور چائے کے کپ ٹرے میں رکھے زویا کے ہمراہ آئی۔ پہلے زویا نے کہا تھا کہ وہ چائے بنا دے گی لیکن نور نے اسے منع کر دیا۔ پھر زویا کے اسرار کرنے پر وہ دونوں ہی کچن میں چلی گئیں۔ زویا اور نور کچن میں کھڑے باتیں کرتے گئے۔ آج نور نے حجاب نہیں لیا تھا لیکن سر پر ڈوپٹہ تھا۔ ہلکے نیلے رنگ کا سادہ سا شلوار قمیض پہنے بہت اچھی لگ رہی تھی۔ نور آ کر سب کو چائے کے کپ پکڑاتی ہاتھ میں اپنی چائے کا کپ پکڑ کر کھڑی ہو گئی۔ نور بیٹھتے ہوئے تھوڑی ہچکچائی کیونکہ اب صرف افان کے سامنے والی کرسی خالی تھی۔ ناچاہتے ہوئے بھی اسے وہیں بیٹھنا پڑا تھا۔ افان پی تو چائے رہا تھا لیکن اس کی نظریں نور پر مرکوز تھیں جس کی گوری صاف رنگت پر آنکھوں کے نیچے

ہلکے صاف بتا رہے تھے کہ وہ اپنے آپ کو جتنا مضبوط دکھا رہی تھی در حقیقت ایسا تھا نہیں۔اس کی بڑی بھوری آنکھوں میں ابھی بھی ہلکی نمی تھی۔جو افان بخوبی دیکھ سکتا تھا۔

سب چائے پی چکے تھے زویا کپ ٹرے میں رکھ رہی تھی۔اس کی آواز سے افان جس کی نظر بار بار نور پر جا رہی تھی واپس سے ہوش میں آیا تھا۔

"بھائی آپ کی چائے تو ویسی کی ویسی پڑی ہے آپ نے تو بس ایک ہی گھونٹ پیا ہوا ہے"

اتنے میں افان ساری چائے ایک ہی گھونٹ میں پیتا کار کی چابی اٹھاتا باہر کی جانب چلا گیا۔

انم بیگم منور صاحب کی طرف دیکھ کر بس اتنا کہتی رہ گئیں۔

"اسے کیا ہوا اب؟"

اُس حادثے کے بعد سے تو افان ایسا ہی ہو گیا تھا۔کسی کو سمجھ نہیں آتی تھی اس کی کہ کب وہ کیا کرنے جائے گا۔

تھوڑی دیر تک باقی سب بھی چلے گئے تھے۔نور کی حالت میں آج سب نے پہلے کی نسبت سُدھار محسوس کیا تھا۔انم بیگم تو آج بھی رُکنا چاہتی تھیں لیکن نور نے انھیں تسلی دیتے

ہوئے بھیج دیا اور آرام کرنے کا کہا۔ نور سمجھ گئی تھی کہ اب اسے سب کچھ خود ہی کرنا تھا۔

نور نے ارم بیگم کو رات کو نیند کی گولی دے دی تھی کیونکہ نیند تو اب کچھ عرصے تک ان سے خفا رہنے والی تھی۔ نور ابھی ایسے ہی بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی کہ کب وہ نیند کی وادیوں میں کھو گئی اسے پتہ بھی نہ چلا۔

ادھر سب گھر پہنچ گئے تھے لیکن افان اب تک گھر نہیں پہنچا تھا۔ جس کی کار اب تک بے سبب سڑکوں کے چکر لگا رہی تھی کچھ دیر بعد اس کی کار گھر کے دروازے تک پہنچی تھی۔

جیسے ہی وہ گھر کے اندر داخل ہوا انم بیگم جو کب سے پریشان بیٹھی تھیں ہمیشہ کی طرح اپنے سوالات شروع کر دیے۔

"کہا تھے ؟ اتنا لیٹ کیسے ہو گئے ؟ نکلے تو ہم سے پہلے تھے ؟ میں کب سے تمھارا انتظار کر رہی تھی" !

ابھی انم بیگم اور بھی بول رہی تھی لیکن افان

"کچھ کام تھا بس اس لیے لیٹ ہو گیا"

یہ کہتا ہوا اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔

نور نیند کی وادیوں میں کھوئی ہوئی تھی کہ اچانک نور کو اپنے پاس عجیب سا احساس ہوا تھا اسے لگ رہا تھا کہ کوئی اس کے بال کھینچ رہا ہے جس سے اس کے بال ٹوٹتے جا رہے ہیں اسے کا چہرہ بری طرح جل رہا تھا اسے اپنے چہرے پر شدید جلن کا احساس ہو رہا تھا اس نے خوفزدہ ہوتے ہوئے۔یک دم آنکھیں کھولی اس کے آس پاس کا منظر اس کے لیے ناقابل برداشت تھا اس کے ارد گرد سارے کیڑے اور بیچھوں تھے جو اسے مسلسل کاٹ رہے تھے وہ انھیں دیکھتی جلدی سے وہاں سے اٹھ کے بھاگنے لگ گئی تھی لیکن بیچھوں اور عجیب عجیب سے کیڑے اسے مسلسل کاٹ رہے تھے اس کے پاوئں سے مسلسل خون بہ رہا تھا اس کی نظر جب اس کے ہاتھوں پر پری تو وہ بھی جلے ہوئے تھے جہاں جیلد کا نام۔و۔نیشان نہیں تھا اسے اپنے آپ سے قوفت محسوس ہو رہی تھی وہ بھاگ رہی تھی خون مسلسل بہ رہا تھا۔درد کی شدت اتنی تھی کہ نور کو لگ رہا تھا وہ اس درد کو اور برداشت نہیں کر سکے گی اور بس موت آجاے گی اسے لیکن موت تھی کہ وہ بھی نہیں آ رہی تھی بس درد کی جلن کی انتہا تھی

اچانک اس کی آنکھ کھلی تو سامنے ارم بیگم نماز پڑھ رہی تھی فجر کی اذانیں اس کے کانوں تک آ رہی تھی اس کا چہرہ پسینوں سے بھرا ہوا تھا وہ اپنی پیشانی مسلتی اپنے آس پاس کے منظر کا جائزہ لے رہی تھی کچھ دیر تک اسے یقین ہو گیا

ہاں وہ اپنے گھر میں تھی۔ ساتھ ہی ساتھ وہ اپنے آپ سے بے یقینی کی کیفیت میں سوال کر رہی تھی

"کیا سچ میں یہ خواب تھا؟"

اس کے دیماغ میں زرمیشا کی ماما کے الفاظ گنجنے لگے تھے۔ جنھیں بہت پہلے وہ جانے انجانے میں نظرانداز کر گئی تھی

"قبر کا عذاب اور آخرت کا عذاب اتنا سخت ہوتا ہے کہ ہم موت منگتے ہیں مگر موت بھی نہیں آتی اس وقت ہم معافی کے طلب گار ہوتے ہیں لیکن تب معافی کا وقت چلا جا چکا ہوتا ہے دنیا کے حسین حسین بے پردہ چہرے اس دن بدصورت ترین چہرے بن گئے ہونگے جن چہروں کے نامحرم لوگ چرچے کیا کرتے ہونگے اس فانی دنیا میں وہ ایک دوسرے قوسے گئے جو لوگ اپنے بالوں کو سنوار کے نکلتے ہونگے ان کے بال ایک ایک کر کے ان کی جلد سے توڑ دیے جائیں گے"

نور کو اپنا جلا ہوا چہرہ۔نا ہونے کے برابر بال۔ہاتھوں کے ناخن نہیں تھے اور ہاتھ جلے ہوئے اسے خواب میں دیکھا ہوا اپنا حلیہ پھر یاد آیا

وہ اپنے آپ سے اب یہ سوال پوچھنے پر مجبور ہو گئی تھی

''کیا یہ میرے گناہ تھے؟''

تو وہ ایک جھر جھاری لیتی نماز کے لیے اٹھ گئی تھی

نور نے نماز پڑھ لی تھی لیکن پھر بھی جائے نماز پر بیٹھی تھی۔کچھ دیر وہ یوں ہی اپنے خواب کے بارے میں سوچتی رہی پھر جیسے ہی اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اس کے آنسو پھر سے بہنا شروع ہو گئے۔ابھی وہ یوں ہی بیٹھی تھی کہ ارم بیگم کمرے میں آ گئیں تو وہ اپنے آنسو صاف کرتی اپنے دل کے لیے سکون،گناہوں کے لیے توبہ اور اپنے تمام معاملوں کے لیے صبر مانگتی اٹھ گئی تھی۔

آج وہ ارم بیگم کے ساتھ باتیں کر رہی تھی۔فجر کے بعد کا وہی وقت تھا جو وہ اکثر اپنے بابا کے ساتھ گزارا کرتی تھی لیکن اب وہ یہاں نہیں تھے۔ان کے ساتھ ان کے پاس نہیں تھے۔

نور آسمان پر دیکھ رہی تھی جب آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی مگر وہ اس نمی کو صاف کرتی ارم بیگم کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔اور پھر سے ان سے باتیں کرنے لگی تھی۔ساتھ انھیں بتا رہی تھی کہ آج کھانا بھی وہی بنائے گی۔ارم بیگم نے اسے بہت منع کیا لیکن وہ کہاں اپنی ضد سے ہٹنے والی تھی۔وہ کھانا بنا رہی تھی اور ارم بیگم ساتھ ساتھ سب کچھ سمیٹ رہی تھیں وہ جانتی تھیں اپنی بیٹی کو نور کھانا بناتے بناتے کچن میں کتنا اودھم مچاتی تھی۔اس لیے ارم بیگم نے اس کے پاس کھڑا ہونا مناسب سمجھا اور ساتھ ہی ساتھ نور کو ہدایت دے رہی تھی اور اپنی بیٹی کی حرکتوں پر ہنس رہی تھیں۔نور کا ہاتھ ایک دم رو کا تھا وہ اپنی ماں کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہی تھی اسے آج اپنی ماما کی ہنسی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

ارم بیگم نور کا ہاتھ دیکھ کر ابھی اسے ہدایت کر ہی رہی تھی کہ دھیان سے ورنہ جل جائے گا کہ نور کے دیکھنے تک وہ جل چکا تھا اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی تھی اس سے پہلے کہ ارم بیگم جاتیں نور ان کو روکتی جا چکی تھی۔سامنے زویا اور انم بیگم افان کے ساتھ آئی تھی انم بیگم نے اندر آتے ہوئے۔نور اور زویا کو ہاتھ میں پکڑا ہوا کھانا پکڑا دیا تھا کہ ڈال لائے۔نور اور زویا کچن میں چلی گئیں انم بیگم ،ارم بیگم کے ہمراہ باہر بیٹھ گئیں تھیں۔

افان جو واپس جا رہا تھا ارم بیگم کے بہت اثرار پر رُک گیا۔ سب کھانا کھا رہے تھے نور سر پر حجاب لیے ہلکے پِنک سادہ سے شلوار قمیض میں ملبوس اپنا کھانے میں مصروف تھی جبکہ بار بار غیر ارادی طور پر افان کی نظر اس پر ٹھر جاتی تھی۔ افان اپنا کھانا ختم کرتے ساتھ ہی چلا گیا تھا زویا کا بھی اکیڈمی کا وقت ہو رہا تھا اس لیے وہ بھی نور سے ملتی افان کے ہمراہ چلی گئی۔ نور تھکی ہوئی اپنے کمرے میں آرام کرنے کے گرز سے آئی لیکن آنکھیں بند کرتے ہی اس کے سامنے خواب والا منظر پھر آگیا۔ اس نے ایک دم آنکھیں کھولیں خوف کی لہر اس کی آنکھوں میں صاف نمایاں تھیں۔

وہ بیڈ کراون سے ٹیک لگائے بیٹھ گئی۔ اس وقت گھر میں خاموشی تھی جو اسے اور خوفزدہ کر رہی تھی اس خاموشی میں ارم بیگم اور انم بیگم کی مدھم آوازیں بھی شامل تھی وہ ابھی اٹھ کر انم بیگم اور ارم بیگم کے پاس جا ہی رہی تھی کہ اسے ڈور بیل سنائی دی۔ نور نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا۔

"کون؟"

دوسری طرف سے زرمیشا کی آواز آئی تو نور نے جلدی سے دروازہ کھولا۔زرمیشا نور کی آنکھوں میں خوف اور تیرتی نمی دیکھ کر پریشان ہوتی ہوئی بولی۔

"آر یو اوکے نور؟"

اتنے میں ہی نور زرمیشا کے گلے لگی زارو قطار رونے لگی تھی۔زرمیشا اس کو چُپ کرواتی اندر کی طرف چل دی وہ اب کمرے میں آچکی تھیں ابھی بھی نور ہچکیوں سے رو رہی تھی۔

"نور کیا ہوا یار کیوں رو رہی ہوں کیا ہوا پلیز بتاوں نا؟"

افان جس کو اپنی کار کی چابیاں نہیں مل رہی تھیں اپنی جیبیں ٹٹول رہا تھا۔کہ باہر دروازے پر ایک کار رکی، جس میں سے اسے زرمیشا نکلتی ہوئی دکھائی دی۔زرمیشا اسے دیکھ کر ہلکا سا مسکرآئی اور سلام کیا اور پوچھنے لگی۔

"آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟اندر چلیں نہ"

اس پر افان نے سادگی سے جواب دیا کہ وہ بس واپس جا رہا تھا۔

اتنے میں افان کے ذہن میں خیال آیا کہ وہ چابیاں اندر میز پر چھوڑ آیا ہے۔اور زرمیشا(جو کہ اندر ہی جا رہی تھی)نے اسے کہا کہ آپ جا کر لے لیں اپنی چابی۔افان زرمیشا کہ پیچھے ہی آ رہا تھا جب نور نے زرمیشا کے لیے دروازہ کھولا اور دیکھتے ہی دیکھتے زرمیشا کے گلے لگ

کر رونے لگ گئی۔افان اسے دیکھ کر تھوڑا شاک میں آیا پھر اندر سے اپنی چابیاں لے کر واپس لمبے لمبے قدم اٹھاتا باہر کی طرف چل دیا۔

نور کے رونے میں ٹھیراؤ آیا تھا اس نے زرمیشا کو اپنا سارا خواب سنایا ساتھ ہی ساتھ ہچکیاں لیتی بولنے لگی۔

"کیا سچ میں اتنے برے گناہ ہیں میرے کہ اب مجھے ان کی معافی نہیں مل سکتی؟"

"نہیں نہیں یار یہ تو تمھاری خوش قسمتی ہے کہ تمھیں اپنے گناہوں کا احساس ہوا تم ان پر نادم ہو ورنہ آج کل تو لوگ جھوٹ کو جھوٹ بھی نہیں سمجھتے بے پردہ نکلتے ہیں گناہ نہیں سمجھتے لوگوں کے دلوں پر تو گناہوں کا قفل لگ جاتا ہے لیکن تمھارے دل پر نہیں لگا تمھیں احساس ہوا ہے سب کا تم نادم ہوں تم اپنے گناہوں پر (نور نے اسبات میں سر ہیلایا تھا)

پتہ ہے عبادتیں قبول ہوں یا نہ ہوں، ندامتیں قبول ہو جاتی ہیں یہی تو توبہ کا فلسفہ ہے"

نور زرمیشا کو دیکھتی اس کو بہت غور سے سن رہی تھی اور کسی چھوٹے بچے کی طرح ہچکیاں لیتی روتی ہوئی بار بار اپنے آنسو صاف کر رہی تھی۔

"تو میں نے دعاوں میں کئی مرتبہ توبہ کی کئی مرتبہ اپنے لیے سکون منگا ہے کیوں نہیں ملتا مجھے سکون کیوں میری دعا قبول نہیں ہوتی"

زرمیشا کو اس وقت وہ ایک چھوٹے بچے کی مانند لگ رہی تھی جو اپنی غلطیوں پر بہت نادم تھی زرمیشا کا اپنی دوست کو اس طرح روتے دیکھنا بہت مشکل ہو رہا تھا وہ نور کو سمجھا تو رہی تھی لیکن نور کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی پھر بھی وہ اپنی دوست کے لیے بول رہی تھی

" "نور دیکھو یار دعائیں کبھی رد نہیں کی جاتی اللہ تعالی ہمیشہ اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہے حضرت یوسف کے ابو حضرت یعقوب جو خود ایک حضرت (حضرت ابراہیم) کے بیٹے تھے انھوں نے 80 سال یا اس سے بھی زیادہ اپنے بیٹے (حضرت یوسف) کے دعائیں کی تھی حد تک کہ رو رو کر ان کی آنکھیں سوج چکی تھی لیکن پھر بھی انھیں

یقین تھا اپنی دعاوں پر اور تم ابھی سے تھک گ ئی ی سیر یسلی نور ! ابھی سے (نور نے نفی میں سر ہیلا یا تھا) تو پھر یار کیا ہوا توبہ کرتی رہنی چاہیے سکون مانگتے رہنا چاہیے دعائی یں کبھی رد نہیں ہوتی اللہ سے ناامید ہونا بہت غلط ہے اللہ اپنے بندوں سے بہت پیار کرتا ہے 70 ماؤں سے بھی زیادہ وہ کیسے تمھیں مایوس کر سکتا ہے"

نور جھنجھلاتی ہوئی ی بولی

"اللہ تعالی ہم سے اتنی محبت کرتا ہے تو اتنی مشکلیں ایک ساتھ کیوں آگ ئی ی میری زندگی میں میرے بابا چلے گ ئی ے میرے پاس سکون نہیں ہے رونے کا دل کرتا ہے رو نہیں سکتی ماما کے لیے خاموش رہنا پڑتا ہے"

" "ہر نفس عمر گزشتہ کی ہے زندگی فانی

زندگی نام ہے مر مر کے جینے کا""""

زرمیشا نفی میں سر ہلاتی ہوئی ی

"نہیں نہیں نور! ایسا بلکل نہیں کہتے اللہ جو بھی کرتا ہے ہمارے لیے بہتر ہوتا ہے یہاں کیوں کا سوال نہیں ہوتا پتہ ہے یہ مشکلیں کیوں آتی ہیں؟"

نور نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا

"نہیں"

زرمیشا نے نور کو دیکھا تھا

پھر اسے جواب دینے لگی

"یہ مشکلیں ہمارا ایمان پختہ کرنے آتی ہے ہمیں آزماتی ہے لیکن اس سے بھی زیادہ ہمارا ایمان پختہ کرتی ہیں تیز کرتی ہیں بہت خوش نصیب ہوتے ہیں وہ لوگ جن کو اللہ چُن لیتا ہے جن کے دل اللہ اپنے لیے مخصوص کرتا ہے نا ان دل پر لگی قفل ہٹ جاتی ہے وہ گناہوں پر نادم ہوتے ہیں تم بھی ہو۔ بس اتنا ہی کہوں گی کہ ہم لوگوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی ہے اور پتہ ہے وہ بہت بُری تجارت ہے اور کسی کو یہ تجارت کرتے ہوئے پتہ بھی نہیں لگتا کہ یہ کتنی بُری ہے تمہیں اپنے گناہوں کا احساس ہوا یہ تمھاری خوش قسمتی ہے یار بس دعائیں کرتی رہنی چاہیے توبہ سچے دل سے کرتے رہنا چاہیے دعائیں اور سچی توبہ کبھی رد نہیں کی جاتی" "

نور زرمیشا کے کندھے سے سر ٹیکائے اسے سن رہی تھی کہ دونوں کے کانوں میں عیشا کی اذان کی آواز آئی

زرمیشا گلاس میں پانی ڈالتی گلاس نور کو پکڑاتی ہوئی بولی تھی

"چلو اٹھوں منہ دھوں جلدی نماز پڑھوں ٹھیک ہے جب تک میں آنٹی سے مل کر آتی ہوں"

نور دونوں ہاتھوں سے اپنے دونوں رخسار سے آنسوں صاف کرتی اثبات میں سر ہلاتی کھڑی ہو گی

زرمیشا انم بیگم اور ارم بیگم کے پاس بیٹھی تھی جب نور بھی ان کے پاس آکر بیٹھ گئی تھی وہ چاروں کافی دیر تک باتیں کرتی رہیں انم بیگم افان اور نور کے بچپن کے بارے میں بتا رہی تھی

جہاں نور سب سن کر حیران ہو رہی تھی وہی زرمیشا کو مزا آرہا تھا۔اسے نور کو تنگ کرنے کا ذریعہ مل گیا تھا نور چہرے پر سنجیدگی طاری کیے بیٹھی تھی اور زرمیشا کا ہنس ہنس کے برا حال

تھاخاص طور پر افان کے بارے میں سن کر کیونکہ زریمشا نے اسے ہمیشہ سنجیدہ اور خاموش میزاج ہی دیکھا تھا

"اور پتہ ہے افان جب بھی آتا تھا نور کے لیے چو کلیٹس ضرور لاتا تھا ہم جب تک نور کے لیے چو کلیٹس نہ لے دے اسے تو چین نہیں آتا تھا نور کو اس وقت چو کلیٹس بہت پسند تھی "

زریمشا نے ہستے ہوے انم بیگم کی بات میں مداخلت کرتے ہوے کہا

"ہاں اس کو تو ابھی بھی بہت پسند ہے"

زریمشا کو تھورے دن پہلے والی نور یاد آئی ی تھی جو ایک ساتھ ہی اتنی چو کلیٹس کھا گ ئی ی تھی

زریمشا کی بات پر نور کے علاوہ کمرے میں سب کے قہقے لگے تھے

وہ چاروں یوں ہی محور گفتگو تھیں جب کچھ ہی دیر میں افان انم بیگم کو لینے آگیا۔زریمشا نے بھی آزار کے ساتھ جانا تھا آزار بھی آگیا تھا آزار نے آتے ہی افان کو گھورنا شروع کردیا تھا آخر کار افان آزار کے گھورنے سے تنگ آکر بولا

"کیا ہے گھور کیوں رہا ہے نظر لگانے کا ارادہ ہے"

اور ہسنے لگا

آزار پہلے آنکھیں چھوٹی کیے تشویش والے انداز میں پھر افان کی شکل دیکھتے ہوے ہستا ہوا بولا کیونکہ آزار کے یوں دیکھنے کا مطلب وہ سمجھ گیا تھا اسے پتہ لگ گیا تھا اب بولنے کا وقت آگیا ہے کہ اگر اس نے ابھی بھی آزار کو کچھ نہ بتایا تو بعد میں اس کی خیر نہیں

"ہاہاہا تیرے بولنے کا منتظر ہو"

افان بے نیازی اور حیرت سے آزار کی طرف دیکھتا ہوا بولا تھا افان پہلے اسے تنگ کرنا چاہتا تھا

"کیوں میں نے تجھے کیا کہنا تھا؟"

"وہ کیا تھا جو اس دن بول رہا تھا کیوں پوچھتے ہو بتانا تو ہے نہیں چل بتا اب؟"

آزار نے اپنے چہرے کا زاویہ عجیب سا کر کے افان کی نکل اتاری تھی آزار کے یوں کرنے پر افان کا بے ساختہ قہقہاں لگا تھا لیکن اس سے پہلے کہ افان کچھ کہتا انم بیگم وہاں آچکی تھی انم بیگم نے جب اپنے بیٹے کو اتنے عرصے بعد قہقہاں لگا کر ہستا دیکھا وہ حیران ہوے بنا نہ رہ سکی۔انھیں خوشی ہوئی ی تھی اپنے بیٹے کو واپس زندگی کی طرف آتے دیکھ کر۔افان انم بیگم کو دیکھتا کھڑا ہو گیا اور آزار اسے گھورتا رہ گیا

وہ لوگ جاچکے تھے زرمیشااور آزار بھی چلے گ ئ ے تھے اب وہ گھر دوبارہ ویران سا لگنے لگا تھا جہاں کچھ دیر پہلے قہقوں کی آوازیں تھی

ارم بیگم اور نور سونے کے گرز سے کمرے میں آئی تو نور کو یاد آیا اس نے قرآن بھی پڑھنا تھا قرآن پڑھنے کے بعد نور اور ارم بیگم لیٹ کر باتیں کر رہیں تھیں کہ کب نور نیند کی وادیوں میں کھوں گ ئ ی اسے پتہ نہ چلا لیکن ارم بیگم کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی اب تو یہ زندگی بھر کی بے چینی تھی بے سکونی سی زندگی زندگی نہیں آوازاری تھی۔ارم بیگم خاموش لیٹی چھت کو گھورتی رہی

افان انم بیگم کو گھر چھوڑتا کار سٹارٹ کر رہا تھا۔جب انم بیگم نے اس سے پوچھا

"اس وقت کہا جارہے ہو؟"

افان کا چہرہ اس وقت تمام جذبات سے پاک تھا۔وہ سامنے سڑک کی طرف دیکھتا ہوا انم بیگم سے مخاطب ہوا۔

"کام ہے ابھی کچھ مے بی لیٹ ہو جاؤں تو میرا انتظار نہ کیجئے گا"

اس سے پہلے انم بیگم کچھ اور کہتیں افان کی کار ہواؤ ں سے باتیں کرتی رواں دواں تھی۔

زر میشا نے کار میں بیٹھتے ہی آزار سے سوالات شروع کر دیئے۔

"آپ نے کبھی مجھے پہلے بتایا ہی نہیں کہ نور اور افان ایک دوسرے کو پہلے سے جانتے ہیں؟"

آزار زر میشا کی بات سن کر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ آزار نے تو افان سے ہمیشہ ایک ہی لڑکی کا نام سنا تھا۔ صرف سنوؤ ائٹ کا اس کے علاوہ تو کبھی افان نے کسی کا ذکر نہیں کیا تھا۔ ایک لمحے کے لیے آزار کو خیال آیا کہ شاید نور ہی سنوؤ ائٹ ہو لیکن پھر آزار کو نور اور افان کی پہلی ملاقات میں ہی ہونے والی لڑائی ی یاد آئی تو وہ اپنے ہی خیال کی نفی کرتا زر میشا سے مخاطب ہوا۔

"نہیں مجھے خود نہیں پتہ اس نے کبھی مجھ سے کوئی بات نہیں کی اس کے متعلق"

اس سے پہلے کہ آزار زر میشا سے اور کچھ پوچھتا زر میشا کا گھر آ گیا تھا۔ زر میشا کار سے نکلتی اپنے گھر کے اندر جا رہی تھی۔ آزار بھی وہاں کھڑا زر میشا کو دیکھتا رہا جب تک کہ وہ منظر سے اوجھل نہ ہو گئی۔

افان کی کار ہوائوں سے باتیں کرتی فارم ہاؤس کے باہر رُکی تھی افان اب اکثر اکیلا رہنے کے لیے یہاں آجاتا تھا۔وہ ان دو سالوں میں اکیلے رہنا کا عادی سا ہو گیا تھا اس لیے اس کا زیادہ تر وقت یہاں ہی گزرتا تھا

اندر جاتا افان ایک روم میں جا کر بیڈ پر گرنے کے سے انداز سے لیٹ گیا وہ یوں ہی پُر سوچ انداز میں لیٹا چھت کو گھور رہا تھا ساتھ ہی ساتھ اس کی دیماغ میں کئی سوچیں آرہی تھی اس نے کچھ دیر کے لیے آنکھیں بند کر لی لیکن جیسے ہی اس نے آنکھیں بند کی اس کے خیالوں میں اس کی سوچوں میں پھر سے روتی ہوئی نور آئی تھی روتے ہوے بھی اس کی گوری رنگت پُر کشش لگ رہی تھی اور رونے کی وجہ سے لال ہوتی ناک اس کی بری بری آنکھوں سے گرتے آنسو موتی کی مانند وہ کسی چھوٹے بچے کی طرح رو رہی تھی اور پھر ابھی والی نور جس نے چند گھنٹوں میں اپنے آپ کو نورمل کیا تھا

افان اپنے خیالوں میں نور سے مخاطب نور کے بارے میں سوچ رہا تھا

"کیسے کر لیا نور تم نے

مجھے پتہ ہے تمھارے بابا تمھارے لیے تمھاری کل کائنات تھے تمھارا بچپن سے لے کر اب تک کا غرور تم نے بھی تو اپنے بابا کو کھو دیا تو تم اتنی مضبوط کیسے ہوں کبھی کبھی تمھاری سمجھ نہیں آتی اتنا روتی ہوں اپنے بابا کے لیے اور پھر سب کے ساتھ ہنس بھی لیتی ہوں۔

ہستی بھی ہوں لیکن نمی آنکھوں سے (افان نے اٹھ کر بیٹھتا بیڈ کراون سے ٹیک لگالی وہ اپنے آپ کو تھکا تھکا محسوس کر رہا تھا)"

افان ایک دفعہ پھر ماضی کی یادوں میں گھوم ہو گیا تھا

افان بیڈ پر نیم داراز حالت میں لیٹا ہوا تھا جب اس کی آنکھ کھلی اس نے اپنے آپ کو اپنے کمرے میں دیکھا تو آہستہ آہستہ اس نے اپنی آنکھیں کھولی اس کا سر اسے بھاری محسوس ہو رہا تھا اس نے ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی تو ایک درد کی لہر سی اٹھی تھی جو اندر تک اسے ہلا گئی تھی اس نے اپنے ہاتھ کو دیکھا جو پٹیوں سے بھرا ہوا تھا اس کے سر پر بھی پٹیا بندھی ہوئی تھی دوسرے ہاتھ پر ڈریپ لگی تھی وہ کمرے میں تھا لیکن باہر سے آنے والی آوازیں وہ باخوبی سن سکتا تھا ان آوازوں میں سے ایک آواز انم بیگم کی تھی جس میں اسے صرف اتنا ہی سنائی دے رہا تھا "میرے بیٹے کو کہا لے کر جا رہے ہوں مت لے کر جاوں علیان کو"

چیخ وپوکار میں علیان کا نام سن کر اسے جھٹکا لگا تھا اسے یاد آیا کہ علیان اور وہ کار میں تھے اور پھر بریک فیل ہونے سے دونوں کے سمیت کار کھائی ی میں گر گ ئی ی تھی۔

یہ سب سوچتا وہ بے دردی سے ڈریپ اتارنے لگا اور باہر کی طرف چل دیا جہاں سے یہ چیخ وپوکار کی آوازیں آرہی تھیں

وہ چکراتے سر اور لڑکھراتے قدموں سے باہر پہنچا تھا جہاں سے اسے چیخ وپکار کی آوازیں آرہی تھی جیسے وہ باہر پہنچا اس نے چند لوگوں کو کسی کی میت اٹھاتے دیکھا وہ بھاگتا ہوا اس میت کے پاس پہنچا تھا اور چیختے ہوئے وہاں کھرے اپنے کزنز سے مخاطب ہوا تھا

"کون ہے یہ؟"

سامنے کھرے اسد کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی ی جس کی زبان بولتے ہوئے لڑکھرار رہی تھی

"افی بھائی ی سمبھالوں خود کو علیان بھائی ی اس دنیا میں نہ..نہ...ہیں رہے"

افان کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا کہ جو اس نے سنا ہے وہ سچ ہے افان کے سر میں درد کی وجہ سے ٹیس سی اٹھی تھی اسے لگا کہ اگلے ہی لمحے اس کا سر پھٹ جائے گا لیکن وہ پھر بھی مسلسل چیخ رہا تھا

”نہیں ایسا نہیں ہو سکتا ہے پاگل ہو گیا ہے تو اس ایکسیڈنٹ میں ہم دونوں تھے میں بھی تو زندہ ہوں“

چیخنے سے سر کا درد اور بڑھ گیا تھا جس کے باعث افان وہی بے ہوش ہو گیا تھا اس کو سب اندر لے گ ئی ے تھے افان کی جب دوبارہ آنکھ کھولی تو وہ اپنے کمرے میں لیٹا ہوا تھا۔ڈریپ پھر سے اس کے ہاتھ پر لگی ہوئی ی تھی۔اسد ابھی بھی اس کے پاس تھا افان نے بیٹھنا چاہا تو اسد اس کی بیٹھنے میں مدد کرنے لگا اور اسے پانی ڈال کر دینے لگا کچھ دیر یوں ہی خاموشی کے نظر ہو گ ئی ے پھر اسد نے اس خاموشی کو توڑتے ہوے بولنا شروع کیا

”افی بھائی ی دیکھیں اب آپ کو ہی سب کو سمبھالنا ہے آپ کے علاوہ کوئی ی بھی اب سب کو نہیں سمبھال سکتا لیکن اس کے لیے پہلے آپ کو اپنے آپ سمبھلنا ہو گا“

ابھی اسد اور بھی کچھ کہنا چاہتا تھا کہ افان نے اس کی بات بیچ میں کاٹ دی

”اسد میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوا بھی مجھے اکیلے رہنا ہے“

اسد دروازہ بند کرتا خاموشی سے باہر نکل گیا شاید اس وقت یہی مناسب تھا

اسد کے جانے کے بعد کچھ دیر افان یوں ہی ساکت بیٹھا رہا اسے جیسے کسی چیز کا ہوش ہی نہیں تھا

پھر خود ہی اپنے آپ سے اپنے خیالوں میں مخاطب ہوا تنہائی ی بہت بوری چیز ہے جب انسان ڈیپریشن میں چلا جاتا ہے تنہائی ی اسے دیمک کی طرح کھانے لگتی ہے اور انسان اپنے آپ کو اکیلا کر کے اسے موقع خود دیتا ہے جب انسان ڈیپریس ہو تو کوئی ی انسان جب آپ کے پاس آیے آپ کو سمبھالنے کے غرض سے اسے جانے نہ دے ورنہ یہ غم جب انسان کے اندر گھر کر لیتا ہے تو انسان پتھر ہو جاتا ہے اس لیے اپنا آپ کسے سے کہنا بہتر ہوتا ہے اور اللہ سے کہنا بہترین ہوتا ہے۔ کچھ نہ بولنے وجہ سے ہی تو افان پتھر ہو گیا تھا بے حس سا کیونکہ اس نے اپنے آپ کو اپنے اندر قید کر دیا تھا اور شیطان تو کوئی ی مقع نہیں چھورتا وہ انسان کو بھرکاتا ہے خود کی ذات سے محروم کرنے کے لیے تاکہ ہماری ذات خود میں الجھ جائے اور اللہ کو تلاش نہ کر سکے شیطان نے افان کو بھی اسی کی ذات میں الجھا دیا تھا

"افان تو نے سب کھراب کر دیا تیری وجہ سے آج تیرا بھائی ی تیرے ساتھ نہیں ہے تو اپنی ایکسائی یٹ مینٹ میں سب بھول گیا تھا کاش میں اس وقت اتنی تیز کار نہ چلاتا تو بریکس بھی نہ ہی فیل ہوتی "

افان جس کی آنکھیں کچھ دیر پہلے ہلکی ہلکی نم تھی اب وہاں آنسو کا نام و نیشان نہ تھا وہ یوں ہی ساکت بیٹھا خود کو کوستا رہا معلامت کرتا رہا کیونکہ اسے لگ رہا تھا سب اس کا قصور ہے اسے لگ رہا تھا کہ اس نے خود اپنے بھائی ی کا قتل کر دیا ہے اور شاید اسی وجہ سے وہ اپنے بھائی ی کی موت پر رو نہیں رہا تھا

لوگ کہتے ہیں مرد نہیں روتا لیکن در حقیقت تو انھیں بھی تکلیف ہوتی ہے اور بعض او قات کچھ آنسو بہہ جانا ہی بہتر ہوتے ہیں ورنہ جو آنسو بہنے کی بجائے انسان کے دل میں گھر کر لیتے ہیں وہ انسان کو پتھر بنا دیتے ہیں

" " دنیا کا سب سے کمزور انسان وہ ہوتا ہے جو روتا ہے

اور دنیا کا سب سے طاقتور انسان وہ ہوتا ہے جو رو لیتا ہے""""

اور جب انسان سب سے کمزور اپنے آپ کو محسوس کرتا ہے تو اسے صرف ایک ذات کے سامنے جانا چاہیے اور وہ ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے لیکن جب انسان خود میں ہی الجھ جاتا ہے تو وہ سب بھول جاتا ہے کہ صرف اللہ کی ذات ہی ہے جو اسے اس سب سے نکال سکتی ہے

افان نا جانے کیا سوچتے ہوئے اپنے کپڑے نکالتا واشروم کی طرف چل دیا واشروم سے نکلتا وہ باہر کی طرف جاتے ہوئے اپنے فون پر نمبر ڈائل کرنے لگا پہلی بیل پر ہی کال ریسیو ہو گئی

"جی بھائی"

"نمازِ جنازہ کس وقت ہے"

دوسری طرف پھر اسد کی سنجیدگی بھری آواز ابھری

"بس ابھی 15 منٹ تک"

"اچھا میں آرہا ہوں"

افان یہ کہتا ہوا فون کٹ کرتا کار میں بیٹھ گیا کچھ ہی دیر میں اس کی کار ہواؤں سے باتیں کرتی نمازِ جنازہ کی جگہ پر پہنچ گ ئی ی تھی

سب نمازِ جنازہ ادا کرتے وہاں سے چلے گ ئی ے تھے

منور ویلا آج بلکل سنسان تھا وہاں آج عجیب سی خاموشی تھی اس خاموشی میں کسی کے قدموں کی آہٹیں بھی اب شامل تھی سب اپنے اپنے کمروں میں تھے افان کے کمرے کا دروازہ کھولا تو افان جو بیٹھا اپنے کسی خیالوں میں گم تھا اپنی خیالوں کی دنیا سے باہر آتا ہوا دروازے کی طرف متوجہ ہوا جہاں اسد کھڑا تھا افان نے آنکھوں کے اشارے سے اسد کو اندر آنے کے لیے کہا اسد خاموش قدموں سے اندر آیا اور افان کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور اسے سب بتانا شروع کیا تھا

"بھائی ی آپ کو پتہ ہے علیان بھائی ی کی موت"

ابھی اسد اتنا ہی کہتا ہے کہ افان اس کی بات کٹتا ہوا کہتا ہے

"مجھے ابھی اس بارے میں کوئی ی بات نہیں کرنی اور اگر تم ایسی ہی کوئی ی فضول بات کرنے آئے ہو تو تم واپس جا سکتے ہو"

اسد افان کی بات کو مکمل طرح سے نظر انداز کرتا ہوا اپنی بات پوری کرنے لگا

"بھائی ی ہی از این پولیس ایجنسی ہی از انڈر کورک اوفیسر "

یہ سونتے ہی افان کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا

"واٹ ؟ بھائی ی انڈر کوور افیسر تھے اور مجھے ہی نہیں پتہ تھا ای ڈونٹ بیلیو دیس "

اسد افان کی حیرت کی اس کیفیت کو سمجھ رہا تھا کیونکہ اسے بھی ایسا ہی جھٹکا لگا تھا جب ایک دن اچانک سے اسد نے علیان کو اپنے سامنے دیکھا تھا

"بیٹ ڈیٹس ٹروافی بھائی ی "

اسد کی بات سن کر افان نے خود کلامی کی

"اوہ تو اس لیے بھائی ی ائیر پورٹ پر غائب ہوے تھے مطلب وہاں کچھ اور لوگ بھی ہمارے منتظر تھے"

افان کی خود سے سرگوشیاں بہت مدھم آواز میں تھی لیکن اسد سن چکا تھا

"جی بھائی ی اور جو آپ لوگوں کا ایکسیڈینٹ ہوا ہے وہ کوئی ی ایکسیڈینٹ نہیں ہے اٹس

اے ماڈر"

کچھ دیر یوں اسد افان کو سب بتاتا رہا اور کچھ دیر میں جانے کے لیے اٹھ گیا ابھی وہ افان

کے کمرے کے دروازے پر ہی تھا کہ پیچھے اسے افان کی آواز سنائی ی دی

"اسد ہائی وائی ی وئی ل جیوائی ین دیس پولیس انڈر کور ٹیم؟"

"کیا آپ سچ میں جوائی ین کرنا چاہتے ہیں"

اسد نے اس سوال پر ایک اور سوال کیا جس کا افان نے مختصر سا جواب دیا

"ہاں"

چہرہ ہر تاثر سے پاک تھا۔اسد اس کو دیکھتا ہوا کچھ پل کے لیے رکا اور پھر بس یہ کہتا ہوا چلا

گیا کہ آج آپ آرام کریں میں کل آتا ہو پھر سب بتاوں گا ویسے کچھ زیادہ نہیں بس کچھ

عرصے کی ٹریننگ ہو گی آپ کی اور اس کی پرفورمنس سے آپ کی پوزیشن سیٹ ہو گی اور

اسد دروازہ بند کرتا ہوا چلا گیا

ماضی کا منظر دھندلا رہا تھا افان حال میں واپس آ چکا تھا

وہ ماضی سے واپس آیا اور اپنے آپ موازہ کرنے لگا

اس کا دل اس وقت عجیب سی کیفیت میں آ گیا تھا وہ تو ہمیشہ سے سوچتا تھا کہ اس کا بھائی ی اس سے لے لیا گیا ہے اس کے ساتھ بہت برا ہوا ہے اس سے برا تو کسی کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا اسی لیے تو وہ ایک عجیب سا انسان بن چکا تھا جس کو بس اپنے آپ سے ہمدردی تھی جس کی نظر میں وہ سب سے بیچارہ انسان تھا لیکن آج اس کے سارے بھرم ٹوٹ گ ئی ے تھے وہ غلط تھا لوگ تو اپنا سب کچھ کھوں کر بھی اللہ سے ناامید نہیں ہوتے۔ ہستے ہیں مسکراتے ہیں اپنے اپنوں کے لیے۔ آج اسے احساس ہوا تھا جواب نہیں رہا اس کے لیے ہم اس کو کیسے جھٹلا سکتے ہیں جو اس وقت اس کے پاس ہے جو نہیں ہے اس کے لیے شکایت کر کے جو ہے اس کی تطلیل کیوں؟

آخر انسان اتنا ناشکرا کیسے ہو سکتا ہے

افان کی پوری رات اس کی اسی سوچوں میں گزر گ ئی ی تھی اس کا اندازہ اسے تب ہوا جب فجر کی اذان کی آواز اس کے کانوں میں پری افان فجر کی اذان سنتا ہوا مسجد جانے لیے کھرا ہو گیا مسجد کے لیے نکلتے ہوے اس نے اپنا فون اٹھایا تو وہاں آزار کی کوئی ی پچاس کے

قریب میسیجیس اور کالز آئی ی ہوئی ی تھیں لاسٹ میسج پڑھتے ہوئے افان کے چہرے پر

پھیکی سی مسکراہٹ آئی ی تھی

اور وہ فون پر انگلیاں چلاتا ہوا میسج ٹائپ کرنے لگا

"اوکے سی یوں ٹو موروں"

اور کار میں بیٹھتا ہوا کار سٹارٹ کرتا وہاں سے نکل گیا

افان نماز پڑھنے کے بعد دعا مانگنے لگا کہ اس کی آنکھوں سے خاموش آنسو بہنے لگے تھے

جن کی وجہ سے وہ آج تک ایک بے حس انسان بن چکا تھا وہ کچھ دیر یوں ہی بیٹھا تھا کہ

ایک ادھیر عمر کا شخص اس کے پاس آیا اور افان کو مخاطب کیا "بیٹا کیا ہوا ہے؟"

"کچھ نہیں بس زندگی نے زندگی ناوید سنائی ی ہے تو شکر کرنے چلا آیا اتنے سالوں سے

اللہ کی جن نعمتوں کی تظلیل کی ان کا احساس ہو گیا ہے"

کہتا ہوا افان روکا نہیں تھا مسجد سے باہر چلا گیا تھا شاید اس میں ہمت نہیں تھی اور بیٹھنے کی

افان ابھی باہر نکلا ہی تھا کہ ایک چھوٹے سے بچے سے ٹکرایا۔ ٹکرانے کی وجہ سے بچہ گرتے گرتے بچا تھا اگر وہ افان کی قمیض کا کونا نہ پکڑتا تو شاید گر ہی جاتا آج افان معمول کے خلاف سفید شلوار قمیض میں ملبوس تھا

بچے کو دیکھنے سے اس کی عمر تقریباً چار سے پانچ سال تک کی معلوم ہوتی تھی۔ اس کے کپڑوں پر جگہ جگہ کالک لگی ہوئی تھی جس سے صاف ظاہر تھا کہ اس نے یہی کپڑے کافی دن سے پہنے ہیں۔ افان کو وہ بہت معصوم لگا تھا جو سہمہ سا افان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ افان کو اس پر بہت ترس آیا۔ افان نے جب اسے ڈرا اور سہمہ سا دیکھا تو اس کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں میں ابھی بھی ڈر صاف نمایاں تھا جو افان آسانی سے دیکھ سکتا تھا۔ شاید اسے لگ رہا تھا کہ افان سے ٹکرانے پر افان اسے کوئی نہ کوئی سزا دے گا۔ یا شاید وہ ایسے حالات سے گزر چکا تھا۔ اس لیے وہ افان سے بھی ڈر رہا تھا۔ افان اُسے نارمل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔

"آپ کا نام کیا ہے؟"

"حیدر"

وہ دنیا جہاں کی معصومیت منہ پر سجائے بولا تھا جس کے چہرے سے عیاں تھا کہ وہ اب ڈر نہیں رہا تھا۔

"اور آپ کے بابا کہاں ہیں؟"

جب افان نے اس بچے سے یہ پوچھا تو اس نے مسجد میں کھڑے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا جس کے کپڑے اس کی غربت کی کہانی سنا رہے تھے۔اور وہ سامنے کھڑے شخص کی منتیں کر رہا تھا۔ جبکہ سامنے کھڑا شخص جو سوٹ میں ملبوس بے حسی کا مظاہرہ کرتا چیخ رہا تھا۔ جس پر سامنے کھڑا انسان سہمہ سا زمین پر بیٹھ کر اب اس کی منتیں کر رہا تھا۔

یہ دیکھتے ہوئے افان نے حیدر سے پوچھا

"یہ کیا کہہ رہے ہیں ان انکل کو؟"

"ہم نے دو دن سے کچھ کھایا نہیں ہے بابا نے ان کا کام کیا تھا لیکن یہ پیسے نہیں دے رہے مجھے بھی بہت بھوک لگی ہے۔"

حیدر کی بات سنتے ہی افان کو بہت غصہ آیا تھا۔افان ابھی سرخ چہرہ، جہاں غصے کی وجہ سے ابھری ہوئی نسیں چہرے پر لے کر اس شخص کی طرف دیکھ رہا تھا کہ اتنے میں حیدر دوبارہ افان سے مخاطب ہوا۔افان جو مسجد کی طرف ہی دیکھ رہا تھا

حیدر اس کی قمیض کو کندھوں سے پکڑتے ہوئے بولا تھا۔

"مجھے بھوک لگی ہے"

افان جو ابھی واپس مسجد میں جانے کا ارادہ رکھتا تھا اپنے ارادے کو ترک کرتا حیدر کو اٹھا کر تھوڑا دور ریسٹورنٹ میں لے گیا ابھی حیدر کھانا کھا ہی رہا تھا کہ ایک عجیب سی آواز افان کے کانوں سے ٹکرائی اس سے پہلے کہ افان اس آواز پر غور کرتا۔ اتنے میں اس کا فون بجنے لگا جہاں اسد کا نام جگمگا رہا تھا۔ افان نے جیسے ہی فون اٹھایا اسد نے بغیر وقت ضائع کیے بولنا شروع کر دیا۔

"بھائی یہاں ایک مسجد میں بلاسٹ ہو گیا ہے میں نے آپ کو ایڈریس میل کر دیا ہے۔ آپ جلدی پہنچ جائیں۔"

"او کے میں آرہا ہوں۔"

افان نے کال کٹ کرتے ہی حیدر کو ساتھ لیا اور کھانا پیک کرواتے ہوئے لوکیشن چیک کرنے لگا۔ لوکیشن دیکھتے ہی اس کی نظر بے ساختہ اس کے پاس کھڑے معصوم سے حیدر پر جا ٹکی۔

افان کا چہرہ جس پر کچھ دیر پہلے فکر تھی اب اس فکر کی جگہ غصے نے لے لی تھی۔افان پیک کھاناحیدر کو پکڑاتا ہوا واپس مسجد کی طرف آیا۔جہاں سے حیدر کو وہ لے کر گیا تھا۔لیکن یہاں واپس چھوڑ نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ مسجد بلاسٹ کی وجہ سے پوری تباہ ہو چکی تھی ہر طرف لاشیں ہی لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔کچھ لاشیں تو ایسی جن کو پہچاننا ہی مشکل ہو رہا تھا افان جیسے جیسے آگے مسجد کی طرف جا رہا تھا غصے سے اس کی نبض باہر آنے لگ گئی تھی۔اچانک وہ کسی چیز سے ٹکرایا تھا جب اس نے نیچے دیکھا تو وہ کسی انسان کی ہی لاش تھی لیکن اس کے کچھ اس طرح سے چیتھڑے ہو چکے تھے کہ نہ اس کی ٹانگیں تھیں نہ بازو کپڑے بھی بری طرح سے پھٹے ہوئے تھے لیکن اس کے پھٹے ہوئے کپڑے دیکھ کر افان نے اسے باآسانی پہچان لیا تھا۔آخر وہ وہی انسان تھا جس کے آگے حیدر کا باپ منتیں کر رہا تھا۔اس کا انجام دیکھتے ہی افان کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

”جو لوگ یوں دوسروں کا حق کھاتے ہیں ان کے لیے شاید ایسا ہی عذاب ہوتا ہے“

صحیح ہی تو کہہ رہا تھا افان دوسروں کا حق کھانے والوں کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے۔خاص طور پر ضرورت مند کا۔

اللہ نے ہمیں دولت سمبھال کر رکھنے کے لیے ہر گز نہیں دی اس لیے دی ہے کہ ہم کسی کے لیے وسیلہ بنیں۔ان کی مدد کر سکیں شاید افان اسی لیے بچ گیا تھا کہ اس نے ایک ضرورت مند کی مدد کی اور اللہ نے اس کی۔

کبھی کبھی یوں ہم نیکیاں کرتے چلے جاتے ہیں اور ہمیں پتہ بھی نہیں چلتا کب ان میں ہماری جان کا صدقہ بھی نکل جاتا ہے۔

اسی لیے تو جان و مال کا صدقہ دینے کا حکم ہے۔

افان ابھی مسجد کی منظر کشی ہی کر رہا تھا جس کی دیواریں بھی پوری طرح سے ٹوٹ گئی تھیں اور مینار بھی ٹوٹ کر نیچے گرے ہوے تھے۔

وہی ایک مینار کے نیچے سے وہی پھٹے سے کپروں والا کوئی انسان تھا افان نے جب پھٹے ہوے کپروں کے زرے کو دیکھا تو وہ تو وہی رنگ تھا جو حیدر کے باپ نے پہنا ہوا تھا افان اور اس کے ساتھیوں نے جلدی سے مینار ہٹایا تو وہی ہوا جس کا ڈر تھا وہ سچ میں حیدر کا باپ ہی تھا جس کا چہرہ بامشکل شناخت میں آ رہا تھا۔

وہاں اور بھی میناروں کے نیچے کافی لوگ یوں ہی چیتھڑے ہوئے تھے۔افان ایک افسردہ نظر ان سب پر ڈالتا آگے چلنے لگا۔

اور جبکہ وہیں مسجد میں پڑے قرآن پاک کو کچھ نہیں ہوا تھا۔وہ بلکل صحیح سلامت تھا اس پر لکھے الفاظ بھی بلکل محفوظ تھے۔

"کوئی چاہ کر بھی نہ مٹا سکے گا یہ کلام اس پاک ذات (اللہ) کا

جس کا محافظ بھی وہ خود ہے (اللہ) ہے"

معجزے تو آج بھی ہوتے ہیں انسانی آنکھ سے دور۔

افان ابھی وہیں مسجد کا جائزہ لیتے ہوئے باہر جا رہا تھا کہ اچانک اس کا فون بجنے لگا۔فون کی جگمگاتی سکرین پر ہیڈیک (headache) لکھا ہوا نظر آ رہا تھا۔فون کو دیکھتے ہی افان کو

یاد آیا تھا کہ آج اسے آزار سے ملنا تھا افان آزار کی کال کٹ کرتا۔ فون پر انگلیاں چلانے لگا۔

"آج ایک کام آگیا ہے تجھ سے کل ملتا ہوں"

فون کار میں رکھتا ہوا حیدر سے مخاطب ہوا۔

"آپ پڑھتے ہو؟"

حیدر نہایت معصومیت سے کار کی ونڈوں سے باہر دیکھتا ہوا اداسی سے بولا تھا۔

"نہیں پہلے سکول جاتا تھا اب بابا کے ساتھ ہوتا ہوں"

افان بات بدلنے کے غرض سے حیدر سے پھر مخاطب ہوا۔

"اچھا چلو ہم آپ کے لیے نئے کپڑے لینے چلتے ہیں"

افان کی بات پر حیدر رفٹ سے افان کی طرف مڑا تھا اس کی آنکھوں کی چمک اس کی خوشی کا پتہ صاف بتا رہی تھی۔ حیدر افان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہاں چلتے ہیں اور بابا کے لیے بھی لے لیں گے۔"

حیدر کے بار بار اس کے بابا کا ذکر کرنے پر افان کو اب یہ فکر لاحق تھی کہ اب وہ حیدر کو اس کے بابا کا کیسے بتائے گا۔افان کار کا اسٹیرینگ موڑتے ہوئے پھر حیدر سے مخاطب ہوا تھا۔

"نہیں ابھی صرف ہم تمھارے لیے لیں گے۔ تمھارے بابا نے تمھارے لیے ایک اچھے سے سکول میں داخلہ کروایا ہے اور اب تم وہیں رہو گے۔ لیکن میں تم سے ملنے آتا رہوں گا۔"

"نہیں میں وہاں نہیں رہوں گا۔میں بابا کے پاس ہی جاوں گا"

حیدر کی بات سن کر افان ایک نظر حیدر کو دیکھتا سمجھانے لگا۔

"اگر تم سکول نہیں جاؤ گے پڑھو گے نہیں تو تمھارے بابا کو پھر ان انکل سے مانگنا پڑے گا تم چاہتے ہو کہ تمھارے بابا اُن سے مانگیں؟"

افان نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے مال کے باہر کار روکی تھی اور حیدر کی طرف دیکھتا ہوا اس کے جواب کا منتظر تھا۔ساتھ افان کو یہ فکر بھی لاحق ہوئی تھی کہ حیدر اور ضد نہ کرے۔

حیدر پہلے تو کچھ دیر افان کو دیکھتا رہا پھر اس نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلایا۔

افان بھی اسے لے کر کار سے اترتا ہوا مال کے اندر چلا گیا۔ حیدر اور افان کو شاپنگ کرتے کرتے کب رات ہو گئی افان کو پتہ ہی نہ چلا۔ افان اتنے عرصے بعد یوں کھل کر ہنسا، مزا کیا زندگی نے آج اسے اس چھوٹے ننھے معصوم سے بچے کے ذریعے واپس سے پہلے والے افان کی جھلک دیکھائی تھی۔

رات ہونے کی وجہ سے افان حیدر کو لے کر فارم ہاوس ہی چلا گیا۔

راستہ میں ہی افان انم بیگم کو کال کر کے بتا چکا تھا کہ آج اُسے کوئی کام ہے۔ جس کی وجہ سے وہ گھر نہیں آئے گا۔ وہ جانتی تھیں افان کو ان کی بات کا کوئی اثر نہیں ہو گا اس لیے انم بیگم نے بے بسی سے افان کی بات سنتے ہی فون رکھ دیا تھا۔ لیکن انہیں یہ تسلی تھی کہ افان نے آج کم از کم انہیں بتایا تو تھا کہ وہ گھر نہیں آئے گا۔ کیونکہ گھر تو وہ اکثر ہی نہیں آتا تھا لیکن کبھی بتاتا نہیں تھا کہ وہ گھر نہیں آئے گا آج اتنے عرصے بعد اس نے یوں فون کر کے بتایا تھا۔

افان حیدر کی باتوں پر ہنستا ہوا اس کے ساتھ اندر کمرے کی طرف آیا تھا اور دونوں ایک ساتھ ہی یوں بیڈ پر لیٹ گئے تھے لیٹے ہوئے دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے تب افان کو احساس ہوا تھا کہ اس کے اندر کا سخت اور اپنے آپ سے نفرت کرنے والا افان کہیں تھا ہی نہیں۔

افان یوں ہی اپنی سوچوں میں گم تھا کہ حیدر افان کا ہاتھ پکڑ کر نیند وادیوں میں کھو گیا تھا۔ سویا ہوا حیدر افان کو اور بھی پیارا اور معصوم لگ رہا تھا افان بھی اسے دیکھتا کب نیند کی وادیوں میں گم ہو گیا اسے پتہ ہی نہیں چلا تھا۔ آج ایک لمبے عرصے بعد افان سکون کی نیند سویا تھا

"شاید نیکی کرنے کے بعد ایسی سکون کی ہی نیند آتی ہے۔"

نور کچن میں ناشتہ بنا رہی تھی کہ ارم بیگم پھر اس سے پوچھنے آئی تھیں۔

"نور میں بنا دیتی ہوں۔ کیا روز روز تم کچن میں گھس جاتی ہو۔"

اب سے زیادہ تر نور ہی کچن میں رہتی تھی۔ بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ نور ارم بیگم کو کچھ بنانے دیتی کیونکہ آج کل ارم بیگم کی بھی طبعیت کچھ ناساز رہتی تھی۔اسی لیے ابھی بھی نور کچن میں تھی اور ارم بیگم پھر سے اس سے بحث کرنے آئی تھیں۔اپنی آخری کوشش کے لیے کہ وہ بنا دیتی ہیں۔ارم بیگم بھی اکثر ہی تنگ آجایا کرتی تھی یوں فارغ بیٹھنے سے۔

آج بھی وہ یوں ہی فارغ بیٹھ بیٹھ کر تنگ آگ ئی تھیں اسی لیے نور کے پاس کچن میں چلی گ ئی۔تاکہ کم از کم اس کی کچھ مدد کر دیں لیکن نور نے پھر انہیں باہر بھیج دیا

"آپ کی ابھی طبعیت ٹھیک نہیں ہوئی تو ابھی آپ کوئی کام نہیں کریں گ ئی"

جب وہ کچن میں کچھ نہ کر سکی تو چہل قدمی کے ارادے سے لون میں آگ ئی یں

وہ ابھی لون میں آکر بیٹھی ہی تھیں کی ڈور بیل کی آواز ان کے کانوں میں پری۔

نور ابھی دروازہ کھولنے جا ہی رہی تھی کہ انہوں نے نور کو ٹوکا اور کیچن میں واپس بھیجتے ہوئے مصنوعی خفگی سے بولی تھیں۔

"میں کھول دیتی اب کم از کم دروازہ تو کھول ہی سکتی ہو"

نور بھی ان کی بات پر ہستے ہوئے اندر کی طرف چل دی تھی

ارم بیگم نے جیسے ہی دروازہ کھولا تو سامنے ایک کوریر مین کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں ایک خاکی رنگ کا لیفافہ تھا ارم بیگم اسے حیرانی سے ایک آئی برو اوپر کرتے ہوئے بولی تھیں

"جی؟"

جیسے اس کے آنے کا مقصد پوچھ رہی ہوں۔

وہ بھی ارم بیگم بات سمجھتے ہوئے بولا

"کیا یہ سیکندر صاحب کا گھر ہے؟"

"جی بلکل یہ ان کا گھر ہے لیکن کچھ ماہ پہلے ان کا انتقال ہو گیا تھا"

"میں جانتا ہو اس بارے میں اسی لیے یہ یہاں دینی آیا ہوں ورنہ پہلے ہمیشہ ان کے آفیس دے دیتا تھا یہ لیں یہ ان کے نام کا مان ئی ی (money) اوڈر ہے اور یہاں سائی ن کر دئی یں"

وہ ایک پیپر ارم بیگم کے آگے کرتے ہوئے بولا تھا

ارم بیگم نے پیپر پر سائی ن کرتے وہ خاکی لیفافہ اندر لے آئی۔

جب انہوں نے وہ خاکی لیفافہ کھولا تو اس میں تقریباً پچاس ہزار سے اوپر کا چیک تھا۔ چیک دیکھتے ہی ارم بیگم نے بھیجنے والے کا ایڈریس دیکھا تو وہ کراچی کا تھا۔ وہ دیکھتے ہی ارم بیگم کو

سکندر صاحب کے انتقال سے کچھ روز پہلے والی ان کی باتیں یاد آئی یں جو سکندر صاحب نے ارم بیگم کو کہی تھی

ارم بیگم جب کمرے میں آئی تو سکندر صاحب بیڈ پر بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے تھے۔ جب انہوں نے ارم بیگم کو آتے دیکھا تو ٹی وی بند کرتے ان کی طرف رُخ موڑ کر بیٹھتے ہوئے ارم بیگم سے مخاطب ہوئے

"تمھیں ہمارا کراچی والا گھر یاد ہے"

ارم بیگم سکندر صاحب کے سوال حیران ہوتی ہوئی بولی۔

"جی یاد ہے مجھے۔ وہی نہ جو ڈیفنس میں تھا جو آپ نے کہا تھا کہ وہ بیچ دیں گے؟"

"ہاں کہا تو تھا بیچنے کا لیکن اب میرا دل نہیں مانتا بیچنے کے لیے اس لیے وہ میں نے تمھارے اور نور کے نام کر دیا ہے"

ارم بیگم کو اس دن سکندر صاحب کی باتیں بہت عجیب لگی تھی

"نہیں اس کی کیا ضروت تھی آپ کے نام بھی رہے تو ہمارا ہی ہوا نہ"

"ہاں لیکن میں چاہتا ہوں کہ یہ تمھارے اور نور کے نام ہو جائے"

ارم بیگم ابھی ماضی میں ہی کھوئی ہوئی تھیں کہ ان کے کانوں سے نور کی آواز ٹکرائی تو وہ ہوش کی دنیا میں واپس آئی۔

نور اندر سے بولتی ہوئی لان میں آ رہی تھی کہ اس کی نظر ارم بیگم کے ہاتھ میں پکڑے چیک پر گ ئی۔ تو اس نے ارم بیگم کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا جیسے اس چیک کے بارے میں سوال کر رہی ہوں۔ ارم بیگم بھی کھوے کھوے انداز میں اسے جواب دیتی ہوئی اندر چلی گ ئی۔

"یہ ہمارے کراچی والے گھر سے کرایہ آیا ہے"

نور بھی ارم بیگم کی بات سونتے ہوے ان کے پیچھے چل دی۔

ارم بیگم نے ناشتہ بھی کھوئے کھوئے انداز میں کیا تھا اور فوراً ہی کمرے میں چلی گ ئی یں تھیں۔ نور بھی برتن سمیٹتی ہوئی ان کے پاس اندر چلی گ ئی تھی۔ اسے لگا تھا آج اس کی ماں بہت کچھ بولنا چاہتی ہے یا بتانا چاہتیں ہیں۔

کبھی کبھی کسی کو سننا اچھا ہوتا جب جیسے ہی آپ کو لگے کوئی پریشان ہے یا کچھ باتیں کسی کے ذہن میں چل رہی ہیں۔ تو اس کی سن لیا کریں شاید آپ کی اس زرا سی توجہ سے وہ

انسان کھل اٹھے اس کا دل ہلکہ ہو جاے۔اور یہاں تو بات نور کی اپنی ماں کی تھی وہ کیسے انہیں سننے سے انکاری کرتی

وہ بھی جا کر ارم بیگم کے پاس بیٹھ گ ئی۔ارم بیگم نے جب نور کو اپنی طرف متوجہ دیکھا تو خود بخود ہی ان کے ہونٹوں حرکت کرنے لگے تھے شاید آج وہ سکندر صاحب کو بہت یاد کر رہی تھیں۔آج وہ نہ ہو کر بھی ان کے ساتھ تھے ان کی پریشانی میں جہاں دو دن سے وہ گھر کے خرچے اور باقی آخراجات کے لیے پریشان تھیں وہی آج انہیں من ئی اوڈر موسول ہو گیا تھا۔سکندر صاحب ہمیشہ کہا کرتے تھے ارم میں ہر مشکل وقت پر تمھارا ساتھ دوں گا جس دن سکندر صاحب کا انتقال ہوا تھا اُس دن ارم بیگم کو لگا سکندر صاحب نے اپنا وعدہ توڑ دیا ہے وہ چھوڑ گ ئے ہیں اب انہیں اس دنیا میں تنہا۔لیکن اللہ بھی کہا اپنے بندوں کو اکیلا چھوڑتا ہے۔اسی طرح سکندر صاحب کے نام کا واسیلہ بناتے ہوے ارم بیگم کی مشکل بھی کر دی گ ئی اور سکندر صاحب کا بھرم بھی قائ م رہا تھا۔آج بھی ارم بیگم سکندر صاحب کے ساتھ گزارے لمحے اپنی زبان سے نور کو بتاتے ہوے انہیں دوبارہ جینا چاہتی تھیں۔

"پتہ ہے نور جب میں اور تمہارے بابا باقی خاندان سے الگ ہو گے تھے نہ تو ہمیں بہت سی مشکلیں در پیش آئی تھی۔ایک دفعہ تو ہمارے گھر میں سارا پانی آگیا تھا پورا گھر پانی پانی ہو گیا تھا تو تمھارے بابا نے مجھے اور تمھیں اوپر چھت پر چڑھا کر سارا پانی نکلا تھا۔پتہ ہے وہ کہتے تھے آگر کوئی ان کی زندگی پر کتاب لکھے نہ تو اتنی موٹی کتاب بننے گی"

ارم بیگم ہاتھ کے اشارے سے کتاب کی چوڑھای کا بتاتے ہوے بولی تھی۔کچھ دیر پھر انہوں نے نور کو دیکھا جواب ان کی گودی میں سر رکھے ہوے اپنی ماں کو بہت غور سے سن رہی تھی۔ارم بیگم بھیگی آنکھیں لیے پھر بول رہی تھیں

"شروع شروع میں تو ہمارے پاس کچھ بھی نہیں تھا اور تمھارے بابا کی ہمت تھی لگتا تھا کہ کچھ کمی ہی نہیں ہے۔انہوں نے کافی کام کیے تھے اکثر میں ہی نقصان ہو جایا کرتا تھا لیکن وہ ہمت نہیں ہارتے تھے فورًا ہی کوئی اور کام شروع کر لیتے انہوں نے تقریباً ہر طرح کے کاروبار میں ہاتھ ڈالا تھا۔لیکن کبھی بھی اپنے گھر کے حلات کا کسی پتہ نہیں چلنے دیا تھا ہاں تنگ بھی نہیں تھے اس وقت ہمارے حلات پر اُس طرح سے خاص بھی نہیں تھے۔ایک دن وہ شہر سے باہر گ ئے تھے وہاں ہمارے اور بھی رشتہ دار رہتے تھے سب

نے ہی انہیں اپنے اپنے گھر آ کر روکنے کا کہا تھا سب ہی اُن کی بہت عزت کرتے تھے۔

لیکن انہوں کہا نہیں میں نے تو ہوٹل میں کمرا ایک کرایا ہوا ہے وہ اپنی عزت پر آنچ بھی نہیں آنے دینا چاہتے تھے اپنے مسلے اپنے تک رکھنا چاہتے تھے۔ (یہ بولتے ہوے ارم بیگم کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ آئی تھی جیسے اب بھی ارم بیگم کے مسکرانے کی وجہ صرف سکندر صاحب ہی تھے مسکراتے ہوے ان کا چہرہ کھل اٹھا تھا ان چند مہینوں میں بھی وہ مسکرائی تھی ہستی تھیں نور سے ڈھیروں باتیں کرتے ہوے لیکن اس مسکراہٹ سے جو رونک جو چمک ان کے چہرے پر آئی تھی وہ نور کافی عرصے بعد دیکھ رہی تھی) وہ رشتہ دار انہیں ہوٹل تک چھوڑنے بھی آئے تھے ہوٹل میں کوئی روم تو بوک کروایا ہوا نہیں تھا۔ اس لیے ایک دفعہ ان کے سامنے اندر چلے گے پھر ان کے جاتے ہی واپس باہر آ کر ایک ڈھبے پر چرپائی پر سوئے تھے۔

جب اُنہوں نے کام شروع کیا تھا نہ تو اُن کے پاس صرف ایک کپرے کا تھان تھا اور کب اس تھان سے انہوں نے فیکٹری بنالی پتہ بھی نہیں چلا۔ لیکن یہ فیکٹری بھی کچھ وجوہات کی وجہ سے بند کرنی پری"

ابھی ارم بیگم بول ہی رہی تھیں کہ انہوں نے دیکھا کہ نور تو سوئی ہوئی ہے وہ نور کو پیار کرتی ہوئی اس کا سر تکیے پر رکھتی کچھ دیر لون میں چہل قدمی کرنے چلی گ ئی وہ پہلے بھی اکثر ہی سکندر صاحب کے ساتھ یوں لان میں دوپہر کے اس وقت چہل قدمی کیا کرتی تھیں۔آج بھی ارم بیگم کو سکندر صاحب ساتھ کا احساس ہو رہا تھا

افان کا ہاتھ ابھی بھی حیدر کے ہاتھ میں تھا کھڑکی سے سورج کی آتی شعائیں ان دونوں کی نیند میں خلل ڈال رہی تھیں۔

حیدر تھوڑا سا کسمیسایہ تھا جس پر افان کی بھی آنکھ کھل گ ئی تھی اٹھتے ساتھ ہی افان کی نظر حیدر پر پری۔ حیدر کو دیکھتے ہی افان کو اس کے سکول کا یاد آیا تھا کہ ایڈمیشن کے لیے جانا تھا افان نے جلدی سے حیدر کو اٹھایا حیدر آنکھیں مسلتا اٹھ کر بیٹھا تھا افان اس کے اس قدر سکون سے اٹھنے پر اسے جلدی جلدی کرنے کا بولنے لگا

"حیدر یہ کیا اتنی آہستہ آہستہ کیا کر رہے ہو جلدی کروں یار"

جس پر حیدر منہ بناتا اٹھ تو گیا پھر اسے خیال آیا کہ اتنی جلدی کیوں اتنی صبح کہا جانا ہے

"بھائی ہم اتنی صبح کہا جا رہے ہیں؟"

افان نے حیدر کو رات کو ہی تلقین کی تھی کہ حیدر اسے اب سے بھائی بولا کرے گا

افان نے برے آرام اور دھیمے لہجے میں جواب دیا

"ارے بھول گے سکول کے لیے ایڈمیشن نہیں کروانے جانا"

یہ سنتے ہی ایک پل کے لے حیدر کا چہرہ کھل اٹھا تھا وہ بہت خوش ہوا اور اگلے ہی لمحے یہ سوچ کہ افان اس کے پاس نہیں ہو گا نا ہی اس کے بابا اس کے پاس ہونگے۔ وہ وہاں اکیلا ہو گا۔اس کا چہرہ پھر مرجھا گیا تھا

لیکن افان اس کی اس اداسی کو سمجھ گیا تھا

افان نے بغور حیدر کا چہرہ دیکھتے ہوے اسے آرام سے اپنے سامنے بیٹھایا اور شفقت بھرے لہجے میں اس سے پھر مخاطب ہوا

"ابھی تو بس ایڈمیشن کے لیے جا رہے ہیں سکول کی کلاسیس تو کچھ دن بعد کھُلنی ہیں تب تک ہم مزا کریں گے۔ لیکن مزا بھی اسی شرط پر کہ سکول جاتے ہوئے تم بلکل تنگ نہیں کروں گے۔اوکے؟"

اوکے کہتے ہوئے افان نے اپنا ہاتھ آگے کیا تھا جس پر حیدر نے فٹ سے اوکے کہتے ہوئے اپنا ہاتھ بھی رکھا تھا۔

وہ دونوں یوں ہی جلدی جلدی ہر بری کرتے ہوئے تیار تو ہو گئے تھے لیکن کمرے کی حالت بہت خراب ہو گئی۔ تھی اس کا اندازہ افان کو تب ہوا جب افان حیدر کے بال بنا رہا تھا کمرے کی حالت دیکھ کر پہلے تو دونوں نے سنجیدگی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر دونوں اپنی اس حرکت پر خود ہی ہنس دیے تھے۔

افان کی کار تیزی سے ہواؤں سے باتیں کرتی ایک سکول کے آگے روکی تھی۔ حیدر افان کا ہاتھ پکڑے اندر گیا تھا۔ سکول میں حیدر کا داخلے کا ٹیسٹ لیا گیا۔ حیدر اس میں اچھے سے پاس تو ہو گیا تھا لیکن سکول والوں نے اسے چھٹی کے وقت تک روکنے کا کہا تھا اور

افان کو اسے چھٹی کے وقت لینے آنے کی تاکید کر کے بھیج دیا افان نے وہی روکنے کا بہت کہا تھا کہ وہ انتظار کر لے گا وہی بیٹھے بیٹھے لیکن سکول کی پرینسیپل نے سکول کے رولز افان کو سمجھاتے ہوے واپس بھیج دیا تھا افان بھی افسردہ سا باہر کی طرف چل دیا۔ دوسری طرف حیدر افان کو جاتا دیکھتا رہا جب تک کہ وہ منظر سے غائب نہ ہو گیا۔

ابھی افان کو باہر آتے کچھ دیر ہی ہوئی تھی کہ افان کا فون بجنے لگا

فون کی روشن جگمگاتی سکرین پر نام پڑھتے ہی افان کے اُداس چہرے پر مدھم مسکراہٹ آئی۔ جیسے ہی افان نے فون اٹھایا آگے سے تشویش اور بظاہر ناراضگی لیے آزر افان سے مخاطب ہوا۔

”آج کل کچھ زیادہ مصروف نہیں ہو گئے آپ موصوف؟“

آزر کی بات پر افان کا بے ساختہ قہقہ لگا اس سے پہلے کہ افان کچھ بولتا آزر کی زبان نے پھر حرکت کی۔

''چل بیٹا ہنس لے ہنس لے سب کے دن آتے سنوؤ ائٹ کا کیا پتہ لگ گیا تجھے۔ تو نے تو تیور ہی بدل لیے''

آزر کی اس بات پر افان اپنی ہنسی کو کنڑول کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا

''اووو میرا دوست مجھ سے روٹھا ہے۔''

ساتھ پھر سے قہقہ لگایا

اس کی بات پر آزر تپ کر بولا۔

''نہیں تیرے اِگنور کرنے پر بھنگڑے ڈال رہا ہوں''

افان بہت ضبط کے بوجود پھر قہقہ لگائے بنا نہ رہ سکا اور اپنی کلائی میں پہنی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے آزر کو آنے کا کہا کیونکہ ابھی حیدر کی چھوٹی ہونے میں بہت وقت تھا۔

وہاں آزر بھی افان کی بات سُنتا ہی نکلنے لگا تھا کہ ایک ایمپلائی اس کے آفس میں داخل ہوا اور اندر آتے ہی اسے بتانے لگا کے زرمیشا کے والد اس سے ملنے آئے ہیں۔

آزر انہیں اندر لانے کا کہتے ہوئے واپس اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

زرمیشا کے والد جیسے ہی اندر داخل ہوئے آزر نے کھڑے ہوتے ہوئے ان سے ہاتھ ملانے کے لیے ہاتھ آگے کیا۔

پہلے تو وہ آزر کا ہاتھ گھورتے رہے پھر ہاتھ ملاتے ہوئے سر کو خم دیتے ہوئے اس کے سلام کا جواب دیا۔

آزر نے انہیں بیٹھنے کا کہتے ہوئے فون کا ریسیور اٹھایا اور کال پر دو کافی لانے کے لیے بولا اور واپس فون رکھ کر زرمیشا کے والد کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے بات کرنے کی کوشش کی کیونکہ آج وہ تقریباً تین سال بعد اِن کے سامنے یوں بیٹھ کر بات کرنے لگا تھا۔

"کیسے ہیں آپ؟"

"میں ٹھیک تم بتاؤ کیسے ہو اور کام کیسا چل رہا؟"

"الحمدُ للہ سب ٹھیک اللہ کے حکم سے خیر سے ہماری کمپنی بھی اب شہر کی بہترین کمپنیوں میں سے ایک ہو گئی ہے"

"ہاں تم جیسا ہونہار انسان جہاں ہو وہ کمپنی کیسے ترقی نہ کرے"

پہلے تو آزر کو یقین ہی نہیں آیا کہ زرمیشا کے والد اس کی تعریف کر رہے تھے۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا کہ دروازے پر دستک ہوئی جہاں پی ئی ن ہاتھ میں کافی پکڑے اندر آنے کے لیے آزر کی اجازت کا طلب گار کھڑا تھا۔

آزر نے اُسے ہاتھ کے اشارے سے اندر آنے کی اجازت دی تو وہ کافی کے کپ رکھتے ہوئے باہر چلا گیا۔

آزر کافی کا کپ زرمیشا کے والد کو پکڑاتا ہوا خود کافی کا سپ لینے لگا۔

اس سے پہلے کہ آزر کچھ بولتا۔

اُنہوں نے کافی کا سیپ لیتے ہوئے کپ ٹیبل پر رکھا اور آزر کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولے۔

"بیٹا دیکھوں میں سیدھی بات کرنے آیا ہو مجھے پتہ ہے میں اس رشتے کے خلاف تھا لیکن اس کی کچھ وجوہات تھیں"

کہتے ہوئے انہوں نے بغور آزر کا چہرہ دیکھا۔ جو سنجیدگی سے انہیں سن رہا تھا۔ جب انہوں نے آزر کو اپنی طرف متوجہ پایا تو آگے بولنا شروع کیا

"وہ صرف یہ بات تھی کہ مجھے کچھ خدشات تھے کہ شاید تمھارے ساتھ اور تمھارے گھر والوں کے ساتھ میری بیٹی شاید خوش نہ رہ سکے لیکن اب مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ وہ تمھارے ساتھ ہمیشہ خوش رہے گی۔ تم بھی بلکل اس کی طرح سادہ اسلامی طبعیت کے مالک ہو اور اس نے ہمیشہ یہ ہی تو چاہا تھا۔ بس میں تم سے پھر بھی ایک بار یقین دہانی چاہتا ہوں کہ تم میری بیٹی کو خوش رکھو گے"

آزر کو تو یقین نہیں ہو رہا تھا کہ یہ سچ ہے۔ اتنی مشکلات کے بعد آخر اُسے زرمیشا ملنے جا رہی تھی۔

آزر فوراً اپنی کرسی سے اٹھتا چھوٹے چھوٹے قدم بڑھاتا اُن کے ساتھ والی کرسی پر آکر بیٹھتے ہوئے اُن کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر بولا

"میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ کی بیٹی...... اپنی منکوحہ کو بہت بہت خوش رکھوں گا اور کبھی اُسے کسی تنگی کا سامنا نہیں کرنے دوں گا۔ میں ہمیشہ اپنی پوری کوشش کروں گا"

آزر کی بات سنتے ہی وہ کچھ مطمئن سے ہو کر کھڑے ہو گئے۔

"ٹھیک ہے بیٹا پھر تم اگلے ہفتے تک اپنے گھر والوں کو لے آنا"

آج تو آزر کو ایک کے بعد دوسرا۔ دوسرے کے بعد تیسرا جھٹکا لگا جا رہا تھا۔ اس کی تو خوشی کی انتہا نہیں تھی کہ وہ کیسے اللہ کا شکر ادا کرے۔

اسے اللہ پر توکل رکھنے کا پھل مل رہا تھا

"اور بے شک ہر مشکل کے بعد آسانی ہوتی ہے۔"

یہ دنیا تو آزمائش ہے اور آزمائش میں صبر کرنا ہی تو توکل کی نیشانی ہے "

اس شاکڈ سی کیفیت میں بس آزر اتنا ہی کہہ سکا۔

"جی اچھا"

اور وہ آزر سے ملتے ہوئے باہر کی طرف چل دیے۔

جن کے چہرے پر باہر جاتے ہوئے طنزیہ مسکراہٹ تھی۔

اُن کے جاتے جیسے ہی آزر کی اپنے ہاتھ میں بندھی گھڑی پر نظر پری جس سے اُسے وقت کا اندازہ ہوا تو وہ فورًا ٹیبل سے اپنا فون اٹھاتا ہوا جلدی سے پارکنگ کی طرف گیا۔

ابھی وہ کار میں بیٹھا ہی تھا۔ کہ اُسے زریشا کے والد کی کار نظر آئی جس میں دو لوگ موجود تھے جن میں سے ایک کوئی ہنس رہا تھا اور دوسرے پہ اِس سے پہلے کہ اس کی نظر پرتی اُن کی کار ہواؤں سے باتیں کرتی اپنی منزل کی طرف روا دواں تھی

آزر بھی اپنا سر جھٹکتا کار میں بیٹھ گیا

"دریچے سے جھانکتی وہ لڑکی
عجیب دُکھ سے بھری ہوئی ہے
کہ اس کے آنگن میں پھول پر
ایک نیلی تتلی مری ہوئی ہے

کبھی آذانوں میں کھوئی کھوئی

کبھی نمازوں میں روئی روئی

وہ ایسے دنیا کو دیکھتی ہے

کہ جیسے اس ڈری ہوئی۔"

کھڑکی سے باہر دکھو تو طلوبِ افطاب کا وقت سا تھا۔ وہ فجر کی نماز کے بعد اب تک جانماز پر بیٹھی اللہ کو اپنی فریادیں سنا رہی تھی۔ کہ اچانک کمرے کو روشن کرتی کرنوں سے وہ ہوش میں آئی کہ اُسے جانماز پر بیٹھے کافی دیر ہوگئی ہے۔ کہ وہ جانماز کو تہ کرتی کھڑکی کے پاس جاکھڑی ہوئی تھی۔ اُسے طلوبِ افطاب کا منظر بے حد پسند تھا۔ لیکن اپنے اتنے قریبی اور ایک ہی واحد محافظ کو کھوں کر اب اُسے یہ دنیا پہلے جیسی نہیں لگتی تھی وہ بے فکر ہو کے ہر جگہ سے نہیں گزرتی تھی۔ کچھ ڈر تھا اُس کے اندر لکین ظاہر نہیں کرتی تھی۔ بس اب اللہ سے اُمیدیں رکھتی تھی۔

ابھی وہ یوں ہی کھڑی تھی کہ ارم بیگم کی آواز پر وہ چوکی۔جو نور نور چیلا رہی تھیں۔وہ بھاگتی ہوئی اُن کے پاس کیچن میں گ ئی تھی۔

"وہ میرا ہو جو نگاہوں میں حیا رکھتا ہو

عمر بھر ساتھ چلنے کا عزم وفا رکھتا ہو

جو نہ اُٹھاؤں ناز اُس کے تو شیکایت نہ کرتا ہو

جو غم اٹھا کر بھی مسکرانے کی ادا رکھتا ہو"

آزر ریسٹورینٹ پہنچا تو افان وہی بیٹھا تھا۔

آزر بھی اُس کی طرف بڑھ گیا۔جیسے جیسے آزر پاس جاتا رہا اُسے دو سال پہلے والے افان کی دھن سنائی دینے لگی۔آج پھر سے وہ ویسے ہی گنگنا رہا تھا

"one day..I'm gonna fly away

one day when haven calls my name

I lay down

I close my eyes at night

I can see the morning light

One day !!

I'm gonna fly away

One day !!

i can see your eys again

I lay down"

افان بہت مدھم آواز میں گنگنا رہا تھا۔ لیکن آزراب اس کے بلکل پیچھے ہی کھڑا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ افان کو باآسانی سن سکتا تھا۔

یہ سنتے ہی آزر کے چہرے پر شرارتی مسکراہٹ آئی۔اور وہ افان کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا تھا

واہ" when haven calls my name

مطلب کے کیا...... خودی سے ابھی سے کنفرم جنتی"

اور فضا میں دونوں کے قہقے گنجے تھے

اور دونوں ایک دوسرے کو اپنی زندگی میں آنے والی اُلجھنوں سے بے خبر ایک دوسرے کو زندگی میں جو بہاریں آیں تھیں اُن کا بتانے لگے۔

کہ اچانک آزر کو زریشا کے والد کی کار میں کوئی بیٹھے ہوئے شخص کا خیال آیا اس سے پہلے وہ افان سے اس بارے میں کوئی بات کرتا

افان جو آزر کو حیدر کا تمام قصہ سنا چکا تھا۔ یہ کہہ کر اٹھ گیا کہ

"چل اب میں چلتا ہو۔ حیدر کی بھی چھوٹی ہو گ ئی ہو گی"

افان اپنی کار دوڑاتا ہوا حیدر کے اسکول کی طرف بڑھ گیا وہی آزر بھی کار میں بیٹھتا فون پر زریشا کا نمبر میلانے لگا۔

دوسری بیل پر فون ریسیو ہو گیا۔

وہی عجزی والا لہجہ ہمیشہ کی طرح لیکن آواز خلاف معمول نم تھی۔

اَلسَلامُ عَلَیْکُم ! کیسے ہیں آپ؟"

"میں تو ٹھیک ہو یہ تمھیں کیا ہوا۔آج تو تمھارے ابو اتنی خوشی کی خبر سنا کر گئے ہیں اور تم ہو کہ رو رہی ہو"

آزر اُسکی نم آواز پر فوراً پہچان گیا تھا کہ وہ رو رہی تھی

آزر کے اس فکر مندی سے سوال کرنے پر وہ مسکراتے ہو بولی

"نہیں میں بس نماز پڑھ رہی تھی سب ٹھیک ہونے پر سجدہ شکر تو کرنا ہی تھا نا

خوشی ہو یا غم سب سے پہلے اللہ تعالی کو بتانا چاہیے۔اسے ہمارا یوں اس سے باتیں کرنا اچھا لگتا ہے۔جب خوشی میں شکر کا سجدہ کرتے ہیں۔جب تنہائی میں بیٹھ کر اسے ہم اپنے راز سناتے ہیں۔اسے ہمارا یوں منگنا،التجا کرنا،شکر کرنا،راز بتانا اچھا لگتا ہے۔ایک وہی تو ہے جو ہمارا بے پنہ درد اور خوشی سمجھتا ہے"

زرمیشا بس بول رہی تھی آزر بھی اُسے غور سے سن رہا۔

جب نور کچن میں پہنچی تو کاونٹر پر چھپکلی دیکھ کر وہ ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئی۔

"امی آپ اس سے ڈر رہی تھیں"

اُس نے ہستے ہوئے چھپکلی کی طرف اشارہ کیا تھا جو اب بھاگ بھی چکی تھی۔

ہستے ہستے نور اور ارم بیگم کی آنکھوں میں آنسو آئے تھے

پہلے بھی اکثر ایسا ہوا کرتا تھا لیکن تب اسی کچن میں تین قہقے گونجتے تھے جبکہ اب دو ہی تو رہ گئے تھے

دونوں نے ایک دوسرے سے اپنی نم آنکھیں چھپائی اور ایک دوسرے سے باتیں کرتی ناشتہ بنانے لگی۔

کب یوں ہی باتیں کرتے کرتے وقت گزرا کچھ پتہ نہ چلا۔
وہ دونوں ابھی دوپہر کو لیٹی ہی تھیں کہ ان کے کانوں میں ڈور بیل کی آواز آئی

نور نے ایک نظر ارم بیگم کو دیکھا جو سو رہیں تھیں تو خود اُٹھ کر دروازہ کھولنے چلی گئی۔

"کون"

نور نے آواز لگا کے دروازے کے پاس جا کر پوچھا

آگے زرمیشا کی آواز پر اسنے دروازہ کھولا

اور دونوں ملنے کے بعد اندر چلی گئی اندر جاتے ہی زرمیشا نے نور کو خوشخبری سنائی

نور آزر اور زرمیشا کی شادی کا سُنتے ہی زرمیشا کے گلے لگ گئی۔ پھر یوں ہی دونوں ایک دوسرے سے باتیں کرتی رہی۔
کہ ایک دم نور کو یونیورسٹی کا یاد آیا

"یار تو پھر تم کیا یونیورسٹی نہیں جاؤ گی"

"نہیں جاؤ گی نہ جتنا وقت ہو اتب تک تو جاؤ گی پیپرز پھر دیکھو دیتی ہو کہ نہیں"

"اووہ اچھا"

"تم نے بھی اُسی یونیورسٹی جانا ہے نا؟"

"ہاں وہاں ساتھ ہوسٹل بھی ہے"

"اچھا اچھا صحیح"

یوں ہی وہ دونوں باتیں کرتی رہی کہ زریشا کو یاد آیا اُس نے جلدی گھر جانا تھا اور کب انہیں باتیں کرتے شام ہوئی تھی اُسے پتہ ہی نہیں چلا تھا۔

جیسے جیسے سورج ڈھلتا گیا اور شام بڑھتی گئی

افان اور حیدر گھوم پھر کر واپس فام ہاؤس آگئے تھے۔افان اپنے گھر میں بھی بتا چکا تھا کہ وہ کچھ دنوں کے لیے کسی اور شہر جارہا ہے۔

وہ ٹی وی چلائے مضاحیہ کارٹون دیکھ رہے تھے

"بے وجہ سفر میں تھا
پل دو پل نظر میں تھا
کھمکھا بھٹک گیا
اچھا بھلا دل گھر میں تھا"

کارٹون دیکھتے ہوے حیدر کے قہقے گونج رہے تھے جہاں پہلے علیان اور افان کے قہقے گونجتے تھے

لیکن جس کو جس وقت جانا ہوتا ہے وہ تو اِس عارضی دنیا کو چھوڑ ہی جاتا ہے لیکن حقیقت تو یہ ہی ہوتی ہے کہ کسی کے جانے یا نا جانے سے ہماری زندگی نہیں روکتی ہمارے مسائل نہیں روکتے ۔ آج وہ ایسے ہی اِس چھوٹے بچے کو دیکھ رہا تھا جو اپنا سب کچھ اپنے تمام رشتے کھو کر بھی ہنس رہا تھا جس کے پاس صرف افان کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ جبکہ افان کے پاس تو بس علیان نہیں تھا باقی سب رشتے تو تھے پھر اُس نے کیوں اتنے عرصے تک اِنہیں نظر انداز کر کے جو نہیں ہے اس کے لیے سفر کرتا رہا خود سے ناراض ہوے بھٹکتا رہا تھا اور وہ ننھا بچہ سب کچھ کھو کر بھی ہنس رہا تھا جیسے اُسے کچھ پتہ ہی نہ ہو کہ اُس کے ساتھ کچھ ہوا بھی ہے۔

جب حیدر نے یوں افان کو کھوئے کھوئے دیکھا تو افان کے پاس جا کر اس سے ٹیک لگائے بیٹھ گیا

اور کب وہ دونوں یوں ہی چلتا ٹی وی چھوڑ کر سو گیے تھے

سوتے سوتے افان جیسے جیسے نیند کی وادیوں سے واپس ہوش کی دنیا میں آتا جارہا تھا اُسے اپنا کندھا بوجھ سے آزاد محسوس ہونے لگا جبکہ جب وہ سویا تھا تب اُس کے ان مضبوط کندھوں پر حیدر ڈھلکا ہوا تھا

جیسے ہی وہ ہوش میں آیا اُس کی نظر ٹی وی پر پری جو مکمل خاموش تھا جبکہ اُس کے سونے سے پہلے ٹی وی کا شور پورے گھر میں گونج رہا تھا بے ساختہ اس کی نظر دیوار پر لگی گھڑی پر پری جو رات کے ڈاھی (2:30) بجا رہی تھی

اُس کے تو جیسے ہوش ہی اُڑ گیے کہ اس وقت حیدر نا جانے کہا چلا گیا اس سے پہلے کہ افان صوفے سے اُٹھتا اور حیدر کو گھر میں تلاش کرتا

اُسے دبی دبی سیسکوں کی آوازیں آنے لگی جو سیدھا اس کے قدم کمرے کی طرف لے گئی

دروازے پر کھرا افان تو یہ منظر دیکھ حیران نہ ہوتا تو کیا کرتا

سامنے جانماز پر حیدر مدھم سیسکیوں سے اپنی کہانی اللہ کو بیان کرتا جا رہا تھا اپنا دل ہلکہ کر رہا تھا بغیر کسی خوف کے وہ اللہ سے ساری باتیں با آسانی کر رہا تھا۔

"اللہ تعالی صرف آپ ہی جانتے ہے میرے اندر کو۔پہلے امی کی وفات ہوئی میں کچھ دیر آنسو بہاتا رہا پھر سمبھل گیا امی ہی تو کہا کرتی تھی کسی کے چلے جانے سے ہماری زندگی نہیں روکتی ہمیں جینا پرتا ہے اور اسی دنیا میں جینا پڑتا ہے لیکن پھر بھی امی کو یہی جواب دیتا تھا لیکن امی کے بغیر حیدر مر جائے گا۔امی بس مُسکراتی تھی اور کہتی تھی اللہ اپنے بندوں کو اکیلا نہیں چھوڑتا اگر کبھی میں نہ ہوئی تیرے پاس توکوئی نہ کوئی اللہ کا واسیلہ ضرور ہوگا۔ پھر بابا وہاں مسجد کے دھماکے میں(اُس کی آواز میں لرزش آئی تھی۔ایک اور آنسو ٹوٹ کر اُس کے رخسار پر آ گرا)

لیکن تب بھی مجھے آپ کا واسیلہ مل گیا جس کا امی بتاتی تھیں بس اللہ تعالی مجھے یوں ہی کبھی بھی اکیلا نہ چھوڑنا"

افان بھی خاموش کھڑا بس اُس

چھوٹے مصوم بچے کی باتیں سن رہا تھا۔

افان کو آج اس پر بہت ترس آیا تھا۔ وہ چھوٹا بچہ کیا کچھ سیکھ گیا تھا کیا کچھ سیکھا چکی تھی اُسے

زندگی

ہمیں لگتا ہے کہ ہم

سے مظلوم کوئی ہے ہی نہیں سارے ظُلم ہمارے ساتھ ہی ہوئے ہیں۔ ہم

سے ہی سب کچھ چھین لیا گیا ہم بس ہر وقت اللہ سے شکایات ہی کرتے رہتے ہیں۔ کہ

میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوتا ہے میں کیوں آزمائش میں ہو یہ دیکھیں بغیر کہ ہمارے

پاس تو ابھی بہت کچھ ہے۔ جس سے ابھی بھی کئی لوگ محروم ہیں زندگی مکمل تو

کسی کی نہیں ہوتی

یہ بات آج افان کو بھی سمجھ آرہی تھی اُس کے پاس ابھی بہت کچھ تھا بہت رشتے تھے بہت لوگ تھے اُس کا خیال رکھنے والے لیکن حیدر..... حیدر کے پاس تو کوئی نہیں تھا۔ پھر بھی اُس نے اپنے آپ کو بہت اچھی طرح سمبھالا تھا آخر جس کا کوئی نہیں ہوتا اُس کا اللہ ہوتا ہے

اللہ اپنے بندوں کے ساتھ ہمیشہ ہوتا ہے۔

حیدرا ابھی عمر میں تو کافی چھوٹا تھا۔ مگر اُس نے اپنی کہانی سنا کر لوگوں سے ہمدردیاں نہیں سمیٹی تھیں شاید اُسے لوگوں کی ضرورت تھی ہی نہیں اُس کے لیے اُس کے اللہ تعالیٰ ہی کافی تھے۔

وہ ایک مضبوط لڑکا تھا۔ جس نے ابھی تک زندگی سے ہار نہیں مانی تھی۔

ننھی سی جان ہونے کے باوجود بھی وہ زندگی کے غموں کے آگے مسکراتا تھا۔

وہ زندگی کے آگے بے مثال سی مثال قائم کر رہا تھا

زندگی کی جنگ اکیلا لڑ رہا تھا۔زندگی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے مانو کہہ رہا ہو

"اے زندگی آزما لے جتنا آزمانا ہے میں اللہ کا بندہ ہو اُس سے کبھی نا اُمید نہیں ہو گا اور نہ ہار مانو گا ان مشکلات سے وہ ڈرتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے جو یقین نہیں رکھتے اللہ پر۔میں رکھتا ہو"

افان بھی خاموشی سے اُسے اپنا حال اللہ کو بیان کرتا چھوڑ کر خود بھی وضو کرنے لگا آج وہ بھی تہجد پڑھ رہا تھا۔بہت عرصے بعد آج پھر وہ تہجد کی نماز ادا کرنے لگا تھا

تہجد پڑھ کر وہ بھی دعا کرنے لگا

اور اُس سب کا شکر ادا کرنے لگا جو اللہ نے اُسے عطا کیا تھا

ایسا ضروری نہیں کے بڑوں سے ہی چھوٹے سیکھیں کبھی کبھی چھوٹے بھی بڑوں کو زندگی کے کئی فلسفے سیکھا دیتے ہیں۔

وہ دونوں یوں رات کے اس پہر جب اللہ اپنے بندے کے بہت قریب ہوتا ہے اللہ کے سامنے بیٹھے اپنے اپنے فلسفے بیان کر رہے تھے۔

یوں تو اللہ انسان کی شہ رگ سے بھی نزدیک ہوتا ہے ہم کچھ کہے یا نہ کہے اللہ سب جانتا ہے لیکن جیسے محنت کیے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا ویسے ہی اللہ سے مانگنے کی کنڈیشن دعا ہے۔ دعا کرنا ہے یوں تو اللہ سب جانتا ہے جو کچھ ہم ظاہر کرتے ہیں اور جو ہم چھوپاتے ہیں لیکن دعا کرنا ضروری ہے۔

وہ بھی اپنی تمام تر خواہشات لیے اللہ کے آگے اُس پہر بیٹھے تھے

جب اللہ کچھ یوں کہتا ہے

"اے میرے بندے مانگ مجھ سے تو کیا چاہتا ہے بتا مجھے"

اگر دعائیں دل سے کامل یقین کے ساتھ مانگی جائے تو اللہ کنؔ فیکون فرما ہی دیتا ہے

افان میں بھی نااُمیدی کہی ختم ہو گئی تھی

اور وہ اپنی برسوں کی خواہش کا آج پھر اللہ سے تقاضا کر رہا تھا۔سب بیان کر رہا تھا۔

"اور بس پھر جب تم اللہ کے آگے اُس ملاقات کے لیے کھڑے ہوتے ہو۔ تو وہ اپنے بندے کو محبت سے دیکھتا ہے۔ اور پھر جب تم تھک کر سجدے میں گرتے ہو تو وہ تمھیں تھام لیتا ہے۔ ساری تھکاوٹ یوں ہی اتر جاتی ہے اور پھر..... پھر صلح ہو جاتی ہے اور جو تم مانگ رہے ہوتے ہو اُس تمھیں نواز دیا جاتا ہے"

آج پھر وہ اُسے مانگ رہا تھا جسے وہ ہمیشہ سے مانگتا آیا تھا

....

....

کچھ دیر میں وہاں وہ نیند کی وادیوں میں کھوئی لڑکی کے وجود میں بھی لرزش آئی

آہستہ آہستہ جب وہ نیند سے بے دار ہوتی گ ئی اُس کے کانوں میں فجر کی آذانوں کی آواز آنے لگی تھی اُس نے آنکھیں کھولی سامنے ہی ارم بیگم نماز ادا کرنے میں مصروف تھیں

وہ بھی نماز ادا کرنے کے لیے وضو کرنے چل دی۔

کچھ ہی دیر بعد جب وہ نماز پڑھ کر بیٹھی تو بے سختہ گزرے لمحے یاد آنے لگے وہ لمحے جب اُس کے بابا اُس کے ساتھ ہوا کرتے تھے لیکن اب وہ پہلے کی طرح یوں ہی رویا نہیں کرتی تھی

اب تو وہ شاید اس زندگی کو پہچاننے کے ساتھ ساتھ جاننے بھی لگی تھی۔

کیونکہ اب تو اُس کی روز کی روٹین بن چکی تھی۔قرآن پڑھنے کی..... باقاعدگی سے نماز ادا کرنے کی.....تواب وہ کیسے پہلے کی طرح ٹوٹی ہوئی لڑکی بن کر رہ جاتی تبدیلی تو آنی ہی تھی۔ مضبوط تو ہونا ہی تھا۔اُسے مضبوط کردیا گیا تھا

آخراب اُسے زندگی کی مشکلات کا اندازہ ہونے لگا تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ اُسے اس کی تسلی تھی کہ اللہ اپنے بندوں کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتا

وہ ہمیشہ کی طرح آج اپنے معاملات پر اللہ کی کتاب قرآن پاک میں اللہ کے تسلی والے الفاظ ڈھونڈ رہی تھی۔

اُسے یاد آرہا تھا کہ کل جب وہ اپنے باپ کے بغیر بلکُل اکیلی گھر سے نکلی تھی اپنے کسی محافظ کے بغیر تو وہ ایک وقت میں کئی عجیب نظروں سے گزرتی گھر پہنچی تھی۔وہ تو اپنا ایک واحد محافظ بھی اب کھو چکی تھی۔

یوں ہی یہ سب اُس کے دماغ میں چل ہی رہا تھا کہ اُس کے چلتے ہاتھ جو قرآن اوراق پلٹ رہے تھے وہ پل بھر کو تھمے تھے۔ سورۃ البکرہ پر اُس کی آخری چند آیات پر اُس کی نظر ٹھہر سی گئی تھی۔

285} اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِ مِنۡ رَّبِّهٖ وَ
الۡمُؤۡمِنُوۡنَ‌ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓـئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ
بَيۡنَ اَحَدٍ مِّنۡ رُّسُلِهٖ وَقَالُوۡا سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا غُفۡرَانَکَ رَبَّنَا
وَاِلَيۡکَ الۡمَصِيۡرُ

ترجمہ :

" رسول (خدا) اس کتاب پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور مومن بھی۔ خدا پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم اس کے پیغمبروں سے کسی میں کچھ

فرق نہیں کرتے اور وہ (خدا سے) عرض کرتے ہیں کہ ہم نے (تیرا حکم) سنا اور قبول کیا۔

اے پروردگار ہم تیری بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے"

یہ پڑھتے ہی اُس کی سانس اٹکی تھی ہاں وہ اسلام تو بہت پہلے ہی لے آئی تھی وہ تو پیدائشی ہی مسلمان تھی لیکن ایمان..... کیا وہ ایمان لائی تھی؟.... کہ نہیں... وہ اللہ کے پیغمبروں کو پہچانتی تو تھی.... لیکن کیا اُن کی طرح اللہ پر یقین رکھتی تھی یا نہیں؟.....وہ تو یہ بھول ہی گئی تھی کہ اُس نے بھی لوٹ کر اللہ کی ہی جانب جانا ہے ہاں کچھ لوگ سچ میں بھول جاتے ہیں اور بھٹک جاتے ہیں صراطِ مستقیم سے....

وہ بھی بھٹک گئی تھی اُسے یاد تھا جب وہ یوں ہی ڈوپٹہ گلے میں کیے بال کھولے چھوڑ کر یوں ہی مال میں یوں ہی کالج...اور ہر جگہ چلی جاتی تھی.....وہ سچ میں کھلی گمراہی میں تھی

اُس کی آنکھوں سے نمکین پانی بہنے لگا تھا۔

کیا سچ میں وہ بھول گ ئی تھی کہ اُسے اللہ کے احکامات پر ہی عمل کرنا تھا اور

اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے؟

لیکن اگلے کچھ الفاظ اُس کے لیے بہت تسلی بخش تھے وہ یہ کہ اللہ خوب بخشنے والا ہے۔اب

وہ اسی سوچ میں تھی کہ کیا اُسے بھی دیا جائے گا کہ نہیں؟؟

کہ اُس کی نظر اگلی چند اختتام پزیر آیات پر پری

286 لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَف سًا اِلَّا وُس عَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَت وَ عَلَي هَا مَا

اك تَسَبَت ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذ نَآ اِن نَّسِي نَآ اَو اَخ طَا نَا ۚ رَبَّنَا وَلَا

تَح مِل عَلَي نَآ اِص رًا كَمَا حَمَل تَه عَلَى الَّذِي نَ مِن

قَب لِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّل نَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاع فُ عَنَّا وَاغ فِر

لَنَا وَارۡحَمۡنَا اَنۡتَ مَوۡلٰٮنَا فَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ

ترجمہ:

” خدا کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔اچھے کام کرے گا تو اس کو ان کا فائدہ ملے گا برے کرے گا تو اسے ان کا نقصان پہنچے گا۔اے پروردگار اگر ہم سے بھول یا چوک ہو گئی ہو تو ہم سے مؤاخذہ نہ کیجیو۔اے پروردگار ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالیو جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔اے پروردگار جتنا بوجھ اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اتنا ہمارے سر پر نہ رکھیو۔اور (اے پروردگار) ہمارے گناہوں سے در گزر کر اور ہمیں بخش دے۔اور ہم پر رحم فرما۔تو ہی ہمارا مالک ہے اور ہم کو کافروں پر غالب فرما“

جیسے اُس نے پہلے چند الفاظ ادا کیے اُسکے دل کو کچھ اور حوصلہ ہوا تھا تسلی ملی تھی وہ تسلی......شاید جس کی وہ تلاش میں تھی

''اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔''

تو کیا اُسے بھی اُس کی طاقت سے زیادہ نہیں آزمایا جائے گا۔یعنی اُس کی تکلیف اُس کی آزمائش بھی جلد ہی ختم ہو جائے گ ئی۔

ہاں اللہ کسی نفس کو اُس کی طاقت سے زیادہ نہیں آزماتا

اور جو اچھے عمل کرتا ہے اُسے اُن اچھے اعمال کا صلہ ملتا ہے اور جو اعمال کرتا ہے بُرے اُسے بھی اُس کا صلہ ضرور ملتا ہے

اُسے بھی اپنے کیے تمام تر گناہ یاد آرہے تھے جو جو اُس نے اللہ کی نافرمانی کی تھی وہ سب کچھ یاد آرہا ہے شاید اسے لیے اُس سے اُس کی سب قیمتی اُس کے بابا کو لے کر آزمایا گیا تھا اور بتادیا گیا تھا کہ

"اب بتا کون ہے تیرا میرے سوا"

مسلسل اُس کی آنکھوں سے نمکین پانی کسی موتیوں کی مانند بہہ رہے تھا۔

کہ اگلے کچھ الفاظ پڑھتے ہی اُسے پھر آس ملی تھی

کہ اے ہمارے رب ہمیں معاف فرما اُسے لگا تھا جیسے یہ الفاظ وہ ہے جو وہ خود بھی اللہ سے کہنا چاہتی ہے اور اللہ تو خوب بخشنے والا مہربان ہے

اور رحم و کرم فرمانے والا ہے۔

یہ سب پڑھتے پڑھتے جیسے اُس کے دل کو آس سی ملی تھی۔ کچھ سخت الفاظ بھی تھے اور کچھ وہ.... جن الفاظ کی شاید اُسے ضرورت تھی۔

وہ یوں ہی آنسو بہاتی قرآن رکھتی ہوئی طلوعِ افتاب کے منظر کو ایک بار پھر تکنے لگی تھی ناجانے کیوں اُسے طلوعِ افتاب کا یہ منظر اتنا پسند تھا

اُسے یاد آرہا تھا کہ کیسے رات کو ہر سو چاندنی بیکھڑے اندھیرا چھایا تھا اور اب ہر سو سورج کی مدھم روشنی پھیلتی جارہی تھی۔

اس کے دل کو بھی شاید یوں ہی سورج کی نکلتی کرنیں سکون دیتی تھی اس احساس کے ساتھ کے ہر رات کے بعد دن آتا ہے

اللہ تو اندھیرا بس ہمیں اس لیے دیتا ہے کہ ہم اپنے اندر جھانکے سوچیں سمجھیں کے اس دنیا میں سب عارضی ہے کچھ بھی ہمیشہ رہنے والا نہیں کچھ بھی نہیں کوئی بھی نہیں

اُس نے بھی اب اس اندھیرے میں اپنے آپ کو پہچاننا شروع کیا تھا۔

اب وہ جان گ ئی تھی کہ وہ ایک مسلمان ہے۔اُسے کبھی ناامید ہونا ہی نہیں ہے اُسے اس بات پر پختہ یقین رکھنا ہے کہ ہر مشکل کے بعد نہیں ساتھ ہی آسانی ہوتی ہے بس اُسے تلاشنے کی ضرورت ہوتی ہے

کچھ ہی دیر بعد وہ سر جھٹکتی باہر کیچن کی طرف چل دی

ابھی وہ کچن میں ہی آئی تھی کہ کھانا ابھی بنا کر دوپہر میں اپنی یونیورسٹی کا پتہ کر آئے گ ئی

وہ چھوٹے چھوٹے کچھ تھکے تھکے قدم اُٹھاتی آئی اور فریج سے پانی کی بوتل نکال کر پانی پینے لگی اور ساتھ ساتھ اس سوچ میں گم تھی کہ کھانے میں کیا بنائے گی

پہلے اُس نے چاول بنانے کا سوچا لیکن پھر وہی کل والا منظر عجیب نگاہوں کا سامنا کرنا سب اُسے یاد آیا تھا

باقی سب تقریباً ختم ہوا تھا۔جو کچھ بھی اُسے اب بنانا تھا لینے تو جانا ہی پڑنا تھا۔

کل بھی وہ چاول ہی تو لینے گئی تھی۔لیکن بد قسمتی یہ تھی کہ تب وہاں کریانے کی دوکان بھی بند تھی۔وہ یوں ہی خالی ہاتھ واپس آگئی۔

اُس کی پیشانی پر پھر پاسینے کی بوندیں ابھرنے لگی تھی۔

لیکن وہ ٹائم دیکھتی سوچنے لگی کہ اس وقت تو شاید کوئی نہ ہو۔

اور اُس نے ابھی جانا ہی بہتر سمجھا

فجر پڑھ کر وہ دونوں پھر نیند کی وادیوں میں کھو گئیے تھے۔

ابھی وہ دونوں یوں ہی نیم دارز تھے

جب کھڑکی سے اندر آتی سورج کی کرنیوں نے افان کی نیند میں خلل ڈالا تھا۔افان بھی آنکھیں مسلتا نیند کی وادیوں سے نکلا عارضی دنیا میں واپس آیا تھا۔

اُٹھتے ہی اُس کی پہلی نظر حیدر کے پُر سکون سوئے وجود پر پڑی تھی اُس معصوم بچے نے کافی کچھ سہہ لیا تھا۔لیکن پھر بھی وہ اللہ پر بھروسہ کیے سکون کی نیند سو رہا تھا۔

افان ایک نظر اُس پر ڈالنے کے بعد نا جانے کس خیال سے مُسکراتے ہوئے اُٹھا اور شوز اور جوگنگ ڈریس پہنے کہی جانے کی تیاری کرنے لگا اس تیاری کے دوران بھی ایک پل کے لیے بھی اُس کے چہرے سے مسکان غائب نہیں ہوئی تھی وہ مسلسل مُسکرا رہا تھا کہ اتنے میں حیدر بھی اٹھ گیا۔حیدر کی نظر جیسے ہی افان پر پری تو

افان کو یوں بلاوجہ مُسکراتے دیکھ کر اُسے اچھی خاصی حریت ہوئی کیونکہ وہ جب سے افان کے ساتھ رہ رہا تھا۔ افان کو زیادہ تر سنجیدہ ہی دیکھا تھا۔اکثر وہ کھل کر ہنستا بھی تھا۔ اور حیدر کے ساتھ تو کافی حد تک نورمل رہا کرتا تھا غصہ تو بلکل نہیں کرتا تھا لیکن حیدر نے اُسے اتنا بھی غیر سنجیدہ نہیں پایا تھا کہ وہ یوں ہی اپنے میں مسکراتا رہے اُس نے افان کے سنجیدہ چہرے پر یہ دلکش مُسکراہٹ پہلی بار دیکھی تھی

افان کی نظر جیسے ہی اُس کی حیران ہوتی آنکھوں پر پری اُس کی مُسکراہٹ فٹ سے غائی ب ہوئی تھی جیسے وہ جس منصوبے کے تہت جارہا تھا اب نہیں جاسکے گا حیدر نے بھی اپنی چھوٹی آنکھوں کو اور بھی چھوٹا کیے افان کو دیکھا تھا جیسے وہ کہہ رہا ہو کہا کی تیاری تھی؟

کہ پھر سے دھیرے سے ہنس دیا چلو مل کر چلتے ہیں۔
افان نے ناجانے سے بہتر حیدر کو ساتھ لے جانا ہی سمجھا تھا۔

حیدر کے چہرے پر تو جیسے الگ ہی چمک آئی تھی وہ بھی جلدی سے تیار ہوتا افان کے لے کر دیے ہوئے کپڑوں میں سے ایک پہنتا ہوا شوز پہن رہا تھا۔

لیکن لیسیس تھے کہ بار بار کھول رہے تھے اُسے باندھنے نہیں آتے تھے۔

افان اپنے ہاتھ پر بندھی گھڑی دیکھتا ہوا حیدر کی طرف بڑھ گیا اور لیسیس بند کرنے کے ساتھ ساتھ اُسے بتانے لگا کہ ایسے لیسیس بند کیے جاتے ہیں وہ دونوں یوں ہی ایک دوسرے کے ہمراہ چل دیے۔

وہ دونوں اب پارک میں چکر لگا رہے تھے جو حیدر کے لیے اندیکھا سا تھا

لیکن افان......افان تو بہت اچھے سے پہچانتا تھا

یہاں سے ہی تو گزرتے وقت اُسے نور میں پہلی بار اپنی سنوؤائیٹ کی جھلک دیکھائی دی تھی۔

جب وہ نماز والی چادر پہنے ہوئے یوں ٹیریس پر کھڑی تھی افان کی آنکھوں کے سامنے پل بھر میں یہ منظر آکر غائب ہوا تھا۔تب اُسے وہ یوں ہی بہت اچھی لگی تھی جبکہ وہ اُس وقت وہ اس بات سے انجان تھا۔ کہ وہی اُس سنوؤائی ٹ ہے۔

ابھی بھی وہ شاید اسی آس میں آیا تھا لیکن اُس کو نا پا کر کچھ مایوس سا جوگنگ کرتا واپس جانے کے لیے حیدر کو آواز لگائی جو کہ پارک میں موجود دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔

حیدر جو کافی دیر سے کھیل رہا تھا۔افان کے پاس آتے ہی تھکے تھکے سے انداز میں کہنے لگا

”افی بھائی بھوک لگی ہے اتنی صبح صبح اتنا پیدل چلا کر لے آئے ہو۔اپ کچھ کھیلا بھی دوں“

حیدر کی باتیں سونتے ہی اُس کے مایوس چہرے پر بے ساختہ مُسکان آئی تھی۔

چلو وہاں سامنے کریانے کی دکان ہے ابھی تو تمھیں وہی سے کچھ لینا پڑے گا باقی راستے سے بعد میں کچھ لے لیں گے۔

"ہاں ٹھیک چلو...... ویسے ہی بہتنتت بہتنتتت بھوک لگ رہی ہے (بہت کو لمبا کھینچتے ہوئے اُس نے معصوم سا چہرہ بنایا تھا اور اُس کو کتنی بھوک لگی ہے اس کا اندازہ افان کو کروانا چاہا تھا)

وہ گھر سے نکلتی سید ھادوکان پر روکی وہی اُسے افان حیدر کے ہمراہ دیکھائی دیا۔

انم بیگم سے بچپن کی کہانیاں سننے کے بعد کے آج پہلی بار نور کا افان سے سامنا ہو رہا تھا۔

وہ تھوڑا گبھرا رہی تھی آج بھی یوں ہی ہمیشہ کے برعکس بورخہ پہنا ہوا تھا۔

نور افان کو نظر انداز کرتی ہوئی اجلت میں سب لیتی ہوئی آس پاس دیکھے بغیر چلنے لگی۔

افان کی بھٹک بھٹک کر نور کی طرف نظر جا رہی تھی کہ حیدر کی آواز پر افان چونکا

"مجھے یہ لینا ہے"

اُس نے بیسکیٹس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا افان نے دوکاندار کو پیسے دیے اور وہ جیسے ہی پیچھے کی طرف مڑا بے اختیار اُس کے چہرے کے رنگ اُڑے تھے اور وہ چیلایا تھا نور وہاں سے ہٹوں

نور جو سڑک پر گری اپنی کچھ چیزیں اٹھا رہی تھی جو اُجلت میں چلنے کی وجہ سے گر گئی تھیں

افان کی آواز پر اُس کی نگاہوں نے افان تک کا سفر کیا کہ وہ کیا کہنا چاہ رہا ہے اس سے پہلے کہ وہ سمجھتی سامنے سے آتی کار نے اُسے دور تک اُچھال پھینکا تھا

افان کی آنکھوں میں لہوں کے رنگ صاف نومایا ہونے لگا تھا۔

اُسے تو جیسے کچھ ہوش ہی نہیں رہا تھا

افان کچھ پاگل سا ہوا تھا وہ بھاگتا ہوا نور کے پاس پہنچا تھا اُس کے دماغ کی نسیں باہر کی طرف صاف نظر آنے لگی تھی اس پہلے کہ وہ کار والے کو دیکھتا یا نمبر نوٹ کرتا یا تو اُس کے پیچھے جاتا۔

کہ کار والا آدمی نور کی حالت دیکھتا وہاں سے ہزاروں لمحے کی سی تیزی سے غائب ہوا تھا۔

وہاں خالی سُنسان سڑک پر اب صرف تین نفوس تھے نور کے سامنے کا منظر دھندلا ہوتا جارہا تھا خون بہنے کے ساتھ ساتھ اُسے سر میں شدید قسم کی ٹیس اُٹھ رہی تھی۔ جس کے باعث وہ نیم بے ہوشی میں تو جا چکی تھی لیکن افان کی آوازوں نے اُسے مکمل طور پر جاگنے پر مجبور کیا ہوا تھا

افان کی آنکھوں سے نکلتا نمکین نیم گرم پانی بہہ رہا تھا
اُس کی آنکھوں سے لہوں کے رنگ بھی واضح تھے

وہ ساتھ ساتھ امبلنس کو کال کر چکا تھا کچھ ہی دیر میں امبولنس وہاں پہنچ گ ئی تھی

"نور پلیز آنکھیں بند نہ کرنا کیا تم مجھے سُن رہی ہو پلیز آنکھیں کھولوں نور نور میری بات سنو"

نور کو امبولنس میں ہوسپیٹل لے جایا گیا تھا

اُس کا کافی حد تک خون بہہ چکا تھا۔ڈاکٹرز نے اُسے سیدھا آئی سی یو میں شفٹ کیا تھا۔حیدر یہ سب دیکھاتا افان کے ہمراہ ہی بیٹھا ہوا تھا۔افان کو تو مانو جیسے کسی چیز کا ہوش ہی نہیں تھا وہ ہوش بے گانہ بس اتنا ہی جانتا تھا کہ اُس کی سنوؤائی ٹ ہسپتال میں تھی۔اور ناجانے اب وہ بچے گی بھی کہ نہیں کیا وہ بھی اسے چھوڑ جائے گی۔علیان کی طرح یہ سوچ ہی افان کا دماغ ماؤف کردیتی تھی

خوشیاں بہت خودار ہوتی ہیں

وہ آنے سے پہلے سزا کی صورت میں اپنی قیمت ادا کرلیتی ہیں۔"

نور کو جب سے آئی سی یو میں لے کر گ ئے تھے۔ افان کو تو جیسے کچھ سمجھ ہی نہیں آرہا تھا۔

یہ سب آخر ہو کیا رہا ہے ابھی تو اُس نے اپنی دل میں دبی آرزو کو ظاہر کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

اور اُس کی یہی آرزو ابھی کسی کھائی کے کنارے جاکھری ہوئی تھی

ایک ایسی کھائی کے پاس جہاں سے اُس کو اوپر کینیچنا افان کے بس میں نہیں تھا

افان لہوں آلود نم آنکھیں لیے یوں ہی اپنی سوچ میں غرق تھا کہ ڈاکٹر آئی سی یو سے باہر آیا اور افان کو مخاطب کیا

"پیشنٹ کا بہت خون بہہ چکا ہے جلد از جلد آپ خون کا انتظام کریں"

اور نور کا بلڈ گروپ افان کو بتاتے ہوے چل دیے

افان کو یاد آیا کہ اسد کا بھی وہی بلڈ گروپ ہے تو وہ بغیر ایک لمحہ بھی ذائع کیے

جلدی سے فون پر نمبر ڈائل کرنے لگا

پہلی بیل پر ہی کال ریسیو کرلی گئی تھی

اس سے پہلے کہ اسد کچھ بولتا افان نے جلدی سے بولا

''اسد یہاں ہسپتال جلدی سے آجاو میں نے تمھیں لوکیشن سینڈ کر دی ہے تم جلد از جلد

یہاں پہنچو خون کی ضرورت ہے''

کہتے ہوئے ہمیشہ مانند جلد بازی میں کال کٹ کردی بغیر سامنے والے کو

سُننے ابھی اُس نے کال کٹ ہی کی تھی کہ اُسے حیدر کا خیال آیا وہ تو

اس سب میں حیدر کو تو بھول ہی گیا تھا۔

جب اُس نے دماغ پر تھوڑا زور ڈالا تو اُسے یاد آیا کچھ دیر پہلے تو حیدر اس کے ساتھ وہی بیٹھا تھا۔

جب افان واپس وہاں گیا تو حیدر وہاں تھا ہی نہیں افان اُس کو ڈھنڈنے کے غرض سے ابھی جا ہی رہا تھا کے اُس کی نظر نماز والے کمرے (prayer room) کے اندر تک گئی جہاں حیدر بیٹھا نماز پڑھ رہا تھا اور اب سلام پھیرتا ہوا۔ دعا مانگنے لگا تھا۔

کبھی کبھی جب ہمیں سمجھ نہیں آتا جب ہماری عقل کام کرنے سے انکاری کر دیتی ہے تو کسی نہ کسی کو کسی نہ کسی طرح اللہ ہماری مدد کے لیے بھیج ہی دیتا ہے۔ حیدر بھی افان کی زندگی میں کچھ یوں ہی آیا تھا۔

وہاں کھڑا افان حیدر کو یوں ہی تک رہا تھا جب اس کے کانوں میں اسد کی آواز آئی

"بھائی کس کو خون چاہیے اور کیا ہوا ہے آپ تو ٹھیک ہیں نا"

افان جس کی نظر ابھی بھی حیدر پر تھی اسد کے اتنے سارے سوالوں پر اُس کی طرف دیکھا

اسد کچھ لمحے کے لیے توافان کو پہچان نہ سکا اُس نے کبھی افان کا یوں اُجڑا ہوا حلیہ نہیں دیکھا تھا

آج ہمیشہ کے بر عکس اُس کے بال بکھرے ہوئے اُس پیشانی کو چھو رہے تھے اُس کی لہوں آلود آنکھیں بہت سا نمکین پانی پ ئی ے ہوئے تھیں

اسد کو افان کی حالت دیکھ کر جھٹکا سا لگا تھا۔ کہ وہ پھر پھوچھنے پر مجبور ہو گیا

"بھائی آپ ٹھیک تو ہے نا؟"

اسد کے اس سوال پر افان اُس کو بغیر کوئی جواب دیئے ڈاکٹر کے پاس لے گیا

اسد تو بس افان کو دیکھتا رہ گیا آج علیان کی موت کے بعد پہلی بار افان کو یوں اتنا جزباتی ہوتے دیکھا تھا اُس نے۔

علیان کی موت نے اُس کو اُس کے دل کو اس قدر سخت بنا دیا تھا کہ اب اُس دل مانو ہر جزبات سے عاری ہو گیا تھا

وہ کہیں سے وہ حساس افان نہیں لگا کرتا تھا جو لوگوں کا ہلکہ سا ترپ جانے پر یوں ترپ جایا کرتا تھا جیسے وہ تکلیف اُس پر بیت رہی ہو لیکن علیان کی موت کے بعد وہ پتھر ہو گیا تھا لوگوں کے گہرے سے گہرے زخم بھی اُس پتھر کو توڑ نہیں سکتے تھے لیکن آج اُس کی جانونی سی حالت اُس اندر کے افان کو مکمل طور پر بیدار کر گئی تھی۔اُس پتھر سے افان کو کہی توڑ دیا تھا ان لمحوں نے

ڈاکٹر نے خون لے لیا تھا۔اسد یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ اب کیا کرے وہ افان کو یوں چھوڑ بھی نہیں سکتا تھا اور افان اُسے تو کچھ بتا نہیں رہا تھا کہ یہ لڑکی کون ہے وہ کیوں اتنا پریشان ہے۔

کہ اچانک کچھ سوچنے کے بعد اُس نے فون نکال کر اُس پر انگلیاں چلانی شروع کی۔

کچھ دیر یوں انگلیاں چلانے کے بعد وہ موبائل ہاتھ میں پکڑا بے تابی سے یہاں سے وہاں ٹہلتا شاید کسی کے میسج کا انتظار کرنے لگا۔

کہ دو منٹ تک اُس کے فون کی پھر ٹن ٹن بجی جس کا مطلب تھا کہ کسی کا میسج اُسے موصول ہو چکا ہے

اور جیسے ہی اُس نے میسج دیکھا اُس کا چہرہ کچھ مطمئن سا دیکھائی دیا جیسے میسج اُس مطلوبہ شخص کا ہی تھا جس کا کے میسج کا اُسے انتظار تھا۔

جب اُس کا دل تھوڑا مطمئن سا ہو گیا وہ افان کے پاس چل دیا

وہ جیسے ہی افان کے پاس پہنچا افان نے جیسے اسے یہاں آتے دیکھا وہ اٹھ کھڑا ہوا وہ ویسے تو اپنی سنوؤ ائی ٹ کو یوں کسی کے پاس چھوڑ نہیں سکتا تھا لیکن مسجد چونکہ پاس ہی تھی۔

تو اُس نے کچھ ہی دیر میں واپس آجانا تھا اسی لیے وہ اسد کو یہاں روکنے کا کہتا ہوا راہداری میں چلنے لگا

ابھی وہ باہر جا ہی رہا تھا کہ گیٹ پر کسی کی آواز اُس کے کانوں میں پڑی کسی نے نور کا نام لیا تھا

یوں کسی کے منہ سے نور کا نام سنتے ہی اُس کے قدم وہی تھم گ ئے تھے۔

اور آگے کے الفاظ سنتے تو جیسے اُس کے دماغ کی رگ ئی یں تن گ ئی تھی

اُس نے بے ساختہ اپنے ہاتھ کی مُٹھی بنائی تھی۔

اُس کی آنکھیں جہاں لہوں کے رنگ پہلے ہی صاف نمایاں ہو رہے تھے جواب غصے سے اور گہرے ہونے لگے تھے۔

وہ آدمی کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔ جیسے ہی اُس آدمی نے فون بند کیا افان کا تو جیسے سب سن کر غصے سے چہرہ اور آنکھیں لال ہونے لگی تھی۔

ارم بیگم جیسے ہی اٹھیں نور کو گھر میں نہ دیکھ کر اُن کا تو مانو دل باہر کو آنے لگا تھا پہلے تو کچھ دیر وہ نور کا انتظار کرنے لگیں۔ لیکن جب نور گھر واپس نہیں آئی تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اُسے ڈھنڈنے جانے کا سوچ ہی رہی تھیں کہ انہوں نے سوچا کہ زرمیشا سے پوچھ لیں کہ کہیں اُس کے ساتھ تو نہیں ہے

جیسے ہی زرمیشا کو کال کی دوسری بیل پر ہی فون اٹھالیا گیا

"السلام علیکم آنٹی!

کیسی ہیں"

اس سے پہلے کہ زریشا اور کچھ کہتی ارم بیگم اُس کی بات کاٹتی ہوئی بولی

"بیٹا ایک گھنٹے سے نور گھر سے گ ئی ہوئی ہے اور اُس کا کوئی پتہ نہیں ہے کہیں وہ تمھارے گھر تو نہیں"

زریشا وہ جو نیند میں ارم بیگم سے بات کر رہی تھی ایک جھٹکے سے اُٹھ بیٹھی تھی

"ننہیں.... نہیں (اُس زبان میں لرزش آئی تھی) وہ یہاں نہیں ہے اور ابھی تو بس دس بجے ہیں اس وقت وہ کہاں جا سکتی ہے۔"

اس پہلے کہ ارم بیگم اور کچھ بولتی زریشا کچھ سوچتے ہوئے اُن سے پھر مخاطب ہوئی

۔

"آپ فکر نہ کریں میں اور آزر آتے ہیں پھر ہم آپ کے ساتھ مل کر اُسے ڈھنڈنے چلے گ ئے"

"نہیں مجھے بہت فکر ہو رہی ہے میں پاس پاس پتہ کر آتی ہو پھر ہم ساتھ بھی چلے گ ئی یں"

"نہیں آنٹی جب تک ہم نہ آئے آپ نے گھر میں ہی رہنا ہے"

ارم بیگم نے اچھا کہتے ہوئے فون رکھ دیا اور زرمیشا کو جلدی آنے کی تاقید کی۔

زرمیشا کال کٹ کرتے ایک بھی لمحہ ضائع کیے بغیر آزر کو میسج کرنے لگی۔اور منہ ہاتھ دھوتی اپنی دوست کی فکر میں ناشتہ بھی کیے بغیر بس بو رخہ پہنے اپنی امی سے اجازت لیتے ہوئے چل دی آزر زرمیشا کو لینے گھر آچکا تھا

کیونکہ اب اُن کی شادی فکس ہو چکی تھی اور نکاح تو پہلے سے ہوا تھا اس لیے اب اُسے آزر کے ساتھ جانے پر کوئی روک ٹوک نہ تھی

وہ ابھی جا ہی رہی تھی کہ اُس کے بابا گھر کے اندر داخل ہوئے جب سے آزر اور زرمیشا کی انہوں نے شادی فکس کی تھی اُس دن سے ابھی تک وہ کچھ عجیب طرح سے سب سے پیش آنے لگے تھے ایک بھی رات تو جیسے وہ گھر پر رہے ہی نہیں تھے ہمیشہ کام کا بہانہ کر کے نکل جاتے شکل پر ہمیشہ ایک بیزاری چھائی رہتی تھی۔

لیکن آج وہ بہت خوش خوش اندر آرہے تھے کہ زرمیشا کو اُجلت میں دیکھ کر حیران نہ ہوے
مانو جیسے انہیں اس وقت اُس سے یہی اُمید تھی لیکن پھر بھی پوچھ بیٹھے

" بیٹا کیا ہوا اتنی جلدی میں کہا جا رہی ہو"

"بابا پتہ نہیں نور کہا چلی گئی ہے اس وقت اُس کی امی کے ساتھ آزر اور میں جارہے اُسے ڈھنڈنے"

"تو بیٹا میں بھی آپ دونوں کے ساتھ چلتا ہوں آپ لوگ کہاڈھنڈتے پھڑوں گے"

انہوں نے جھوٹی فکر مندی دیکھائی

"نہیں بابا اگر ضرورت پڑی تو ہم آپ کو کال کر دیں گے"

"اچھا بیٹا دھیان سے جانا"

زریشا کی امی کو یہ دیکھ کر نہایت حیرانی ہوئی تھی کیونکہ اتنے سالوں میں انور صاحب نے کبھی زریشا کو یوں ہی آزر کے ساتھ جانے کی بھی اجازت نہیں دی تھی۔

لیکن اس وقت زرمیشا کی امی نے بھی ان سے اس بارے میں پوچھنا گوارانہ کیا کیونکہ آج کل وہ کچھ زیادہ ہی غصہ کرنے لگے تھے۔

زرمیشا اور آزر نور کے گھر کے باہر کھڑے ارم بیگم کا انتظار کرنے لگے۔ کہ کچھ ہی دیر میں وہ چادر سلیقے سے لیے گھر کا دروازہ بند کرتی باہر نکل آئی

اور کار میں بیٹھ گئی
اُن کی حالت دیکھ کر صاف اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ وہ کس قدر پریشان تھی۔

آزر نے تھوڑا آگے جاکر ایک دو لوگوں سے ابھی پوچھا ہی تھا کہ اُس کے فون پر میسج کی ٹن ٹن بجی

پہلے تو اُس نے میسج دیکھنا گوارا نہ سمجھا لیکن جب اوپر افی کا نام دیکھا تو بے ساختہ اُس کے ہاتھوں نے فون انلوک کیا اور ہزاروے لمحے کی سی تیزی سے میسج کھولا تھا

لیکن میسج دیکھتے ہی اُس نے فون رکھتے ہی یوں خالی خالی سی سڑک پر کار دورانی شروع کی تھی

اتنی تیز کے زریشا اور ارم بیگم کو کچھ غلط ہونے کا اندیشہ ہوا تھا۔

ارم بیگم زریشا نے جب دیکھا کے سامنے وہ ایک ہسپتال کی طرف جارہے ہیں اُن کی سانس ایک دم سے اٹکی تھی اور دونوں نے اپنے دماغ میں چلتی منفی سوچ کی نفی کی تھی۔

زریشا سے تو ان منفی خیالات کے ڈر سے منہ سے کچھ الفاظ ادا ہی نہ ہو سکے

لیکن آخر ارم بیگم نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھ ہی لیا

"آزر بیٹا کیا ہوا ہم ہسپتال کی طرف کیوں جا رہے ہیں اور کس کا میسج تھا کیا لیکھا تھا؟"

انہوں نے کچھ لمحوں میں ہی کئی سوالات پوچھے تھے

لیکن آزر کی زبان سے ایک بھی سوال کا جواب ادا نہ ہو سکا تو زرمیشا ایک کے اندر کا ڈر بھی اور گہرا ہوا تھا اُس نے بھی تڑپ کر آزر کی طرف دیکھا

آزر زرمیشا اور ارم بیگم کی نظروں کا مفہوم سمجھتے ہوئے بولا

"نور ہسپتال میں ہے"

اس سے پہلے کہ وہ دونوں اور کچھ پوچھتیں

وہ پھر اُن دونوں کی طرف متوجہ ہوا

”مجھے نہیں پتہ کب کیسے کیا ہوا لیکن بس ابھی افی نے اتنا ہی بتایا ہے۔ باقی وہاں جا کر ہی پتہ لگے گا“

سنتے ہی دونوں کی آنکھوں سے نمکین پانی کی موتیوں کی لڑی کی مانند ایک ایک موتی ٹپکنے لگا تھا۔

دونوں کو مانو جیسے اپنی اپنی کچھ قیمتی کھونے کا ڈر کھائے جانے لگا تھا

ایک زندگی سے عزیز دوست اور دوسری..... دوسری کی پوری دنیا جینے کی وجہ کھونے کا ڈر

دونوں ہی منہ میں دعائیں منگنے لگی تھیں دونوں ہی کو وہ بہت عزیز تھی۔

جیسے ہی کار ہسپتال کے آگے روکی تھی

وہ دونوں بجلی کی سی تیزی سے اندر کی طرف بھاگی تھیں۔

آزر بھی اُن کی طرف لپکا تھا۔

اتنے میں وہ ریسیپشن سے نور سکندر کا روم نمبر پوچھتے ہوئے آگے بڑھ گئی

جیسے ہی وہ دونوں وہاں پہنچیں تو سامنے سے انہیں افان کا خاندان بھی آتا دیکھائی دیا تھا

وہاں سب موجود تھے سوائے افان کے اسد کے اور زویا کے

آزر نے فکر مندی سے افان کو تلاشنے کے لیے چاروں طرف نظریں دوڑایں تو اسد اُسے کسی سے باتیں کرتا دیکھائی دیا تھا۔

وہ جیسے ہی اُس کی طرف بڑھنے لگا اُسے اسد کے ساتھ زویا آتی دیکھائی دی جس کا مطلب وہ بخوبی سمجھ گیا تھا اور یہ سمجھنے میں اُسے ایک سیکنڈ بھی نہیں لگا

تھا کہ افان کے خاندان کو نور کے ہسپتال ہونے کا کیسے پتہ لگا ہوگا کیونکہ افان خود تو یوں ہی کسی کو ایسے نہیں بتا سکتا تھا۔

لیکن اُن دونوں سے ابھی کچھ پوچھنے کا وقت نہیں تھا ابھی تو اُسے افان اور نور کی فکر کھائے جا رہی تھی ایک طرف زریشا اور نور جہاں نور آئی سی یوں میں تھی وہی زریشا کا رو رو کر بُرا حال ہوگیا تھا

اور افان کا تو جیسے کسی کو آتا پتا ہی نہیں تھا کہ وہ کہا ہے انم بیگم ارم بیگم کو لیے بیٹھے تھیں زویا زریشا کے پاس بیٹھی اُس کو دلاسہ دے رہی تھی

وہی منور صاحب اسد سے افان کے بارے تشویش کر رہے تھے

کہ یک دم وہاں حیدر آیا اور افان کو وہاں نہ دیکھ کر پریشان سا کھڑا تھا کہ آزر کی نظر اُس پر پڑی آزر تیزی سے اُس کی طرف لپکا آزر کے علاوہ وہاں حیدر کوئی نہیں جانتا تھا

آزر فوراً ہی حیدر کو سائیڈ میں لے گیا

اور اُس کی طرف مخاطب ہوا

"تم افان کے ساتھ یہاں آئے تھے؟ تمہیں پتہ ہے افان کہا ہے؟"

"نہیں مجھے نہیں پتہ"

"اووہ اچھا اچھا تو یہ لڑکی جو اُس کمرے میں ہیں ان کا آپ دونوں کو کیسے پتہ لگا مطلب وہ آپ دونوں کو کیسے ملی؟"

آزر نے ایک ہی وقت میں کئی سوالات کئے تھے۔ جس پر اُس معصوم چھوٹے سے بچے نے سارا واقع آزر کو سُنا دیا

آزر نے سب سمجھ کر سر اثبات میں ہلایا تھا اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتا اُس کے قدم وہی برف بنے تھے جیسے ہی اُسے آئی سی یوں میں سے کچھ آوازیں آنے لگی تھی۔

اُس نے حیدر کو آگے کی طرف جہاں کچھ دیر پہلے منور صاحب اور اسد تھے وہاں اب کی بار اکیلے کھڑے اسد کی طرف جانے کا اشارہ کیا۔ اسد نے حیدر کو دیکھ کر آزر کی طرف

انجان نظروں سے دیکھا تھا جس آزر نے اُسے حیدر کو اپنے ساتھ رکھنے کا کہا تھا۔اور خود سب کی نظروں سے اوجھل ہوتے ہوئے اپریشن ٹھیٹر کی طرف چل دیا۔

جب وہ اندر گیا اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گ ئی ں

کیونکہ یہاں تو نور کو ہونا چاہیے تھا جبکہ یہاں نور ہی نہیں تھی یہاں تین وجود تھے افان جو کہ ایک آدمی کو گردن سے پکڑے کھڑا تھا اور تیسرا ایک ڈاکٹر تھا جس کے سر پر افان نے پیسٹل تانی ہوئی تھی

افان اُن دو لوگوں پر بھی بھاری پڑ گیا تھا۔شاید یہ افان کے غصے کی وجہ سے تھا وہ کیسے برداشت کر سکتا تھا کسی کی زبان سے نور کو مارنے کے الفاظ ہاں وہ نہیں برداشت کر سکتا تھا۔

ڈاکٹر اب کے کسی کو کال کر رہا تھا۔اب نور کے کیس کو کوئی اور ڈاکٹر دیکھے گا۔وہ ڈاکٹر شاید کسی اور ڈاکٹر کو ہی فون کر رہا تھا۔

آزر یہ سب دیکھتا ہوا بجلی کی سی تیزی سے افان کے پاس آیا تھا اور اُس آدمی کو افان سے چھوڑوانے کی کوشش کرنے لگا

لیکن افان تھا کہ اُسے چھوڑنے کو تیار ہی نہیں تھا افان اب دوسرے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا وہ آدمی بھی افان کے ساتھ کھینچا چلا جا رہا تھا۔اور آزر.......آزر کو تو کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا

لیکن وہ پھر بھی افان کے پیچھے چلتا گیا وہ افان کو بھی یوں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

ارم بیگم انم بیگم کے ہمراہ ہسپتال کی مسجد میں بیٹھی مسلسل دعائیں کر رہی تھیں اپنی بیٹی کے لیے اپنی اکلوتی زندہ رہنے کی وجہ کے لیے

اب کی بار زرمیشا بھی وضو کرتی اُن کے ہمراہ بیٹھی اللہ سے دعائیں کر رہی تھی

اسد وہی اپریشن تھیٹر کے باہر ہی کھڑا تھا کہ ایک ڈاکٹر اُس کے پاس آیا اور فوم وغیرہ فیل کرنے کا کہنے لگا

یہ سن کراسد کو نہایت حیرت ہوئی تھی کہ اگر فوم اب فیل کرواں رہے تھے تو کب سے آپریشن کا ڈرامہ تھا کیا؟

ہاں ڈرامہ ہی تو تھا کیونکہ در حقیقت تو وہاں کسی نور کا اپریشن ہونا ہی نہیں تھا۔

یہ سب تو کیا ہی نور کو مارنے کے لیے گیا تھا۔

لیکن یہ بات اب تک افان کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا اور نہ ہی شاید کبھی کوئی جان سکے گا

اسد کچھ حیرت کی سی کیفیت میں فوم فل کرنے چلا گیا۔

اب کی بار افان آزر اور وہ لڑکا کار میں بیٹھے تھے افان مسلسل اُسے مکے مار رہا تھا ساتھ ہی ساتھ اُس سے اُس کے گینگ کی جگہ کا پوچھ رہا تھا۔

لیکن وہ آدمی بھی جیسے بہت ڈھیٹ تھا بہت دیر تو وہ اپنا منہ بند کیے مار کھاتا رہا لیکن جب اُسے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ اگر اب اُس نے افان کو نہ بتایا تو افان اسے جان سے مارنے میں ایک منٹ بھی ضائع نہیں کرے گا۔

تو آخر کار وہ بول ہی پڑا۔

بس اُس کے بولنے کی دیر تھی کہ افان کی کار نے ہواوں سے باتیں کرتی اُس جگہ تک کا سفر

تہہ کیا تھا۔

زرمیشا انم بیگم ارم بیگم اور زویا وہی ہسپتال کی مسجد میں دعائیں کرنے میں مصروف تھیں

کہ زرمیشا کا فون بجنے لگا تھا جگمگاتی سکرین پر بابا لیکھا تھا۔

اُس نے جیسے ہی فون ریسیو کیا آگے سے اُسے انور صاحب جیسی آواز آئی لیکن آج اُس

آواز میں وہ میٹھاس نہیں تھی جو اُس کے بابا کی آواز میں اُس سے بات

کرتے وقت ہمیشہ ہوتی تھی

"اَلسَلامُ عَلَیکُم بابا"!

انہوں نے سلام کا جواب دیئے بغیر ہی اُلٹا سوال کیا تھا

”نور مل گئی“

”جی بابا لیکن وہ ہسپتال میں ہے“

ابھی وہ اور بھی کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن وہ تو جیسے سننا ہی نہیں چاہتے تھے۔ کہ انہوں نے اُس کی پریشانی سننے بغیر ایک اور اپنے غرض کا سوال کیا

”افان ہے وہاں؟“

”نہیں افان بھائی تو نہیں ہیں جبکہ ہمیں افان بھائی نے ہی انفارم کیا تھا“

وہ اس بات سے کافی کچھ سمجھ چکے تھے شاید اسی لیے مزید کوئی سوال نہ کیا اور کال کٹ کردی

وہ حیرانی اور پریشانی کی ملی جلی سی کیفیت میں واپس اندر مسجد والی جگہ چلی گئی۔

ڈاکٹرز نے بہت کم چانس بتائے تھے اب نور کے بچنے کے

وہاں افان اپنی لہو آلود آنکھوں سے اُس سنسان سی بڑی سی عمارت میں داخل ہوتا جا رہا تھا آزر بھی اُس کے ساتھ ہی تھا

وہ دونوں یوں ہی کچھ گنڈوں کو زمین بوس کرتے آگے بڑھ رہے تھے آخر کار وہ اس بڑی عمارت کے مین آفیس تک پہنچ گئے تھے جہاں ابھی دو لوگ کوئی گفتگو کر رہے تھے جنہیں شاید ابھی اندازہ ہوا تھا اس کے آنے کا جو ابھی شاید کچھ پی

رہے تھے اور جب اس کے آنے کا پتہ لگا تو دونوں ہزار وے لمحے کی سی تیزی سے باہر کے راستے کی طرف بھاگے تھے

جن میں سے ایک تو بہت جلدی وہاں سے نکل گیا آزر اُس کے پیچھے بھاگا بھی لیکن اُس کا پیچھا کرنا ناکام ثابت ہوا کیونکہ وہ بہت تیزی سے اُس آنکھوں سے اُجھل ہوا تھا اتنی تیزی سے کہ اُسے یہ تک نہ پتہ لگا کہ وہ کس سمیت گیا ہے

جب وہ واپس اُس بڑی سی عمارت کے اندر مین آفیس تک پہنچا تب تک افان اُس دوسرے انسان کو مار مار کر بُری حالت کرنے کے ساتھ ساتھ اُسے کُرسی سے باندھ بھی چکا تھا

اور ابھی بھی اُس کے منہ پر مکے جڑتا جا رہا تھا

اور صرف اتنا کہہ رہا تھا کہ بتا

"کیوں کیا سب میری سنوؤ ائی ٹ کو مارنے کے لیے کیا مل جانا تھا تمھیں"

اب کی بار کچھ دیر کے لیے آزر نے افان کا ہاتھ روکا تھا

"اوے ے ے روک جا یار اُسے بولنے تو دے"

افان کا سانس پھولا ہوا تھا آنکھیں لہوں آلود اور بھورے چھوٹے سے بال اُس کی بیشانی پر آئے تھے جہاں پسینوں کی بوندیں بھی صاف واضح تھیں۔

"چل بتا کیوں کرتے ہو تم لوگ یہ سب ؟ کیا مل جاتا ہے لوگوں کی زندگیاں برباد کر کے ؟"

سامنے کرسی پر بیٹھا شخص ہنسا تھا اُس کی ہنسی میں کچھ خوفناک سا تھا کچھ دل دہلانے والا وحشت زدہ اور وہ بولا

"ہونہہ (اُس نے تنظیہ سر جھٹکا تھا)

ایسا ویسا جیسا

کیسا تیسا پیسہ پیسہ پیسہ"

"پیسہ پیسوں کے لیے کرتے ہو؟"

اُس کے لیے یہ کوئی حیران کن بات نہیں تھی جب سے افان اس فیلڈ میں آیا تھا اُس نے ایسے کئی کیسس ہنڈیل کیے تھے جہاں لوگ پیسوں کی وحشت میں جانے کیا کچھ کر جاتے تھے
لیکن آزر کے لیے یہ بہت حیران کن بات تھی کہ کوئی کسی کی انسانی جان کو صرف پیسوں کے لیے کیسے نقصان پہنچاں سکتا ہے

وہ دونوں یوں ہی اس سے پہلے کہ کوئی سوال پوچھتے کہ اتنے میں اُس شخص کے منہ سے جھاگ بہنے لگی اور وہ مانو عارضی زندگی سے گناہوں کے دلدل سے جانے لگا تھا۔کہ افان نے اُسے گریبان سے پکر کے اٹھایا تھا

"یہ کیا تو نے کیا کھایا ہے تو ایسے نہیں مر سکتا تیری موت اتنی آسانی سے کیسے ہو سکتی ہے"

ابھی افان اُسے یہ بول رہا تھا کہ وہ گناہوں کے دلدل سے آزاد ہو گیا لیکن ابھی بھی اُس کے چہرے پر وحشت زدہ سی مُسکراہٹ تھی شاید وہ اتنے گناہ کرتے کرتے آخرت کے عزاب کو بھول چکا تھا

وہ بھول گیا تھا کہ اس دنیا میں کیے گے ہر عمل کا حساب اُس روز دینا ہے یومِ حشر کو

آزر نے اُس شخص کی نبض چیک کی جو خون کی روانی سے سراسر پاک ہو چکی تھی اور اُس کے اندر کا سانس مانو اندر ہی کہی گوم ہو گیا ہو

افان جو اُسے پکڑے یوں ہی کھڑا چیلا رہا تھا اُس مرِدہ بدبودار سے وجود پر

کہ آزر بول پڑا

"افان یہ مر گیا ہے چل یہاں سے اب نور کو ہماری ضرورت ہے ہمیں اُس کے پاس ہونا چاہیے اس کیس کو ہم بعد میں دیکھ لیں گے"

افان پہلے تو خاموش نظروں سے اُسے دیکھتا رہا پھر اس بڑی عمارت سے نکلنے کے راستے پر چل دیا کچھ ہی دیر میں اُن کی کار تیزی سے ہواؤں سے باتیں کرتی اس سرد سی رات میں جہاں افان کو تو مانو ہر طرف اندھیرا ہی نظر آ رہا تھا ہسپتال تک پہنچی تھی

وہ یوں ہی خاموشی سے اندر کی طرف گئے تھے اتنی ہی خاموشی سے جتنا کہ اس وقت افان کے اندر طوفان تھا شور مچاتا طوفان خاموشی کے نظر

جاتے ہی جب اُس نے اپنے تمام گھر والوں کو یہاں دیکھا تو وہ تھوڑا ٹھٹھکا لیکن اس وقت اس کو صرف اور صرف نور کی فکر کھائے جا رہی تھی

سامنے انم بیگم منور صاحب کے ہمراہ بیٹھی تھیں

اورانہیں کچھ کھانے کالانے کی تلقین کررہی تھیں ساتھ ہی ساتھ یہ بتارہیں تھیں کہ زرمیشااورارم بیگم دونوں نے ہی صبح سے کچھ نہیں کھایا

وہ بھی اُن کی بات سُنتے ہوئے اثبات میں سر ہیلاتے کچھ خانے کا لینے چلے گ ئ ے

افان اپنی ماں کے ساتھ آکر بیٹھ گیاتو آزرزرمیشا کی تلاش میں یہاں وہاں ٹہلنے لگا

کہ افان وہاں اور کسی کی موجودگی کو نہ محسوس کرتے ہوئے کسی چھوٹے بچے کی مانند وہاں اپنی ماں کی گود میں سر رکھ کر بیٹھ گیا

پہلے توانم بیگم اپنے مضبوط بیٹے کواس طرح سے ٹوٹاٹوٹاہوادیکھ کر ٹھٹھکی تھیں انہوں نے آہستہ سے افان کے سرپرہاتھ سہلانے شروع کیےاوراس سے پہلے کہ وہ اُس سے کوئی سوال کرتیں کہ وہ بول پڑا

"امی ایسا کیوں ہوتا ہے کہ ہماری قیمتی چیز کا ہمیں امتحان دینا پڑتا ہے؟"

اُس کی آنکھ سے گرم سا نمکین پانی گرتا انم بیگم کے پاؤں پر جا گرا تھا

وہ ابھی بول رہا تھا وہ بولنا چاہتا تھا شاید وہ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا تھا

"امی ایسا ہی کیوں ہوتا ہے ہماری جان سے قیمتیں چیزیں ہماری زندگی یوں کھوں جاتی ہیں ہے کہ جیسے مانو وہ کچھ حقیقت نہیں خواب تھا جو خوبصورت تھا کیا صرف خواب ہی خوبصورت ہوا کرتے ہیں"

اس قدر معصوم سے اور گہرے سوالات پر اُنہیں حیرت ہوئی تھی بہت حیرت شدید حیریت

”امی آپ کو پتہ ہے علیان بھائی کو میں اپنی سنوؤائیٹ کے بارے میں سب بتایا کرتا تھا وہ کہتے تھے کہ ایک نہ ایک دن تیری سنوؤائیٹ تجھے ضرور مل جائے گی لیکن ملی بھی تو کیسے کہ اُس جان کو خطرہ ہے کیا کروں امی میں کیا کروں بچپن سے آج تک جسے چاہا کیا اُس کی سانسوں کو خاموشی سے دم توڑتے دیکھتا رہو“

اب جیسے انم بیگم کو مکمل طور پر تمام تر کہانی سمجھ آئی تھی

لیکن اس وقت وہ اپنے بیٹے کے لیے فکر مند تھی لیکن اس بات نے بھی انہیں اور غمزدہ کر دیا تھا نور تو ویسے ہی انہیں بہت عزیز تھی اور بیٹے کے ایک اور دفعہ ٹوٹ جانے کا ڈر اُنہیں مزید پریشان کر گیا تھا اس طرح سے پریشان کے وہ کیسے دیلاصہ دیں اسے

پھر کچھ الفاظ کا ذخیرہ جمع کرتی بولی تھیں

"بیٹا جب ہم اس دل میں اللہ سے زیادہ کسی کو جگہ دینے لگ جاتے ہیں نہ تو وہ قیمتی چیز ہماری نہیں رہتی وہ پھر لے کر امتحان
لیا جاتا ہے اور سچا مسلمان تو اپنی قیمتی چیز کھو جانے پر صبر کرتا ہے اور جو صبر کرتا ہے اکثر اُسے اُس کی قیمتی چیز واپس کر دی جاتی ہے جیسے حضرت ابراہیم کو حضرت اسمائیل کی قربانی پر انہیں اُن کا اسمائیل واپس کر دیا گیا تھا اور نور تو پھر بھی تمھارے پاس ہے دعا کروں اُس کے لیے دعاؤں سے بہت کچھ بدلتا ہے افان۔
دعائیں رنگ لاتی ہیں نہ تو بہت خوبصورت صبح کو لے کر آتی ہیں"

اُسے یاد آیا تھا اُس کے گانا گاتے ہوئے بھی نور کو تصور کرنا نور کی سوچوں میں کھوں کر اپنے آپ کو اپنی ذات کو بھول جانا نمازیں تک بھول جانا ہاں شاید اُس کی ہی تو لاپرواہی تھی

جو لوگ ہمیں عزیز ہوتے ہیں انہیں پانے کے لیے ہمیشہ اللہ سے انہیں مانگنا پڑتا ہے صرف اللہ سے مانگنا ہوتا ہے صرف اور صرف اللہ ہی کا اختیار ہوتا ہے ہر چیز پر وہ یہ کیسے بھول گیا تھا

اب بھی وہ اپنی ماں کی باتیں سُنتا کوئی بھی جواب دیے بغیر کوئی بھی ردعمل ظاہر کیے بغیر وہاں سے چل دیا اُس کے قدم لرزتے ہوئے تھکے تھکے سے مسجد کے پاس روکے تھے وہ اپنے شوز اُتارتا اپنے ٹریک سوٹ کی بازو پیچھے کرتا وضو کرنے لگا تھا

وہ اس سب میں یہ بھی بھول گیا تھا کہ صبح سے کچھ کھانا تو دور کی بات وہ یہ تک بھول گیا تھا کہ اب تک اُس نے ٹریک سوٹ پہن رکھا ہے

اب کی بار مسجد میں ہر کوئی شام کے اس اندھیرے میں اسے یوں ٹریک سوٹ میں ملبوس دیکھ حیرت آنکھوں سموئے دیکھ رہا تھا لیکن یہ آس پاس کے لوگوں کی اب پرواہ کسے تھی وہ تو خود بے گانہ ہوا بیٹھا تھا۔

کسی انجان سی سوچوں میں ڈوبہ

اب کہ وہ جانماز پر جا کھڑا ہوا پہلے مغرب کی نماز ادا کرنے لگا پھر یوں ہی دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر بیٹھ گیا

اور اُس کی آنکھیں اب کی بار گرم اُبلتا نمکین پانی برسانے لگیں تھیں

وہ اس خاموشی میں اللہ سے نور کی صحت یابی کی دعائیں مانگنے لگا تھا

ڈاکٹرز باہر آئے پیشنٹ کی حالت بہت کریٹیکل ہوتی جارہی ہے

"کچھ اور خون کا انتظام کرنا ہوگا ویسے تو ہم نے کہا ہے کسی کو اگر وہاں سے مل گیا تو ٹھیک ہے ورنہ آپ لوگوں کو ہی انتظام کرنا "

ابھی ڈاکٹر اپنی بات کہہ ہی رہا تھا کہ نرس اُسکے پاس آئی اور اپنے پیشہ وارانداز میں کہنے لگی

"ڈاکٹر خون کا انتظام ہو گیا ہے"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے چلو اب جلدی"

اور ڈاکٹر اپنے پیشہ وار انداز میں سب کو تسلی دیتا واپس اندر کی جانب چل دیا

افان کو اللہ سے پوری اُمید تھی اب کی بار نا جانے کیوں اُس کا دل کسی بھی طرح نااُمیدی طرف جا ہی نہیں رہا تھا یا یوں کہہ لو کہ جانا ہی نہیں چاہتا تھا

لیکن کوئی کیا جانے کہ قدرت کو کیا منظور

کچھ ہی دیر میں ڈاکٹر باہر نکلا جہاں سب کے سب شاید اُسی کے منتظر تھے۔

لیکن وہاں افان نہیں تھا۔وہ جگہ افان کی موجودگی سے پاک تھی وہاں وہ نہیں تھا جبکہ وہاں اُس کو ہونا چاہیے تھے

آزر اور انم بیگم دونوں کی نظریں اُس کی تلاش میں تھیں
اب تو صرف وہ دونوں ہی جانتے تھے کہ وہاں افان کی موجودگی ضروری تھی
لیکن افان تو اُسے اُس ذات سے مانگنے میں مشغول تھا جو سچ میں اُسے اُس کی سنوؤ ائی ٹ واپس دے سکتی تھی اور وہ ذات......وہ ذات تو صرف اللہ کی ہے

ہاں افان کی آرزو گہری کھائی میں گر گی تھی بہت گہری کھائی میں جہاں سے اُسے واپس کھینچ لانا اُس کے اختیار میں نہیں تھا۔لیکن اب وہ جان گیا تھا کہ انسان کے ہاتھ میں تو ویسے بھی کچھ نہیں ہوتا سوائے دعا اور محنت کے وہ بھی دعا کر رہا تھا۔اپنی سنوؤائی ٹ کے لیے

کہ اچانک وہاں حیدر آیا۔
افان کو اپنے مضبوط کندھوں پر کسی کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کا لمس محسوس ہوا تو اُس نے اپنا چہرہ مور کر اُس کی طرف دیکھا۔

وہاں مسکراتی نظروں کے ساتھ حیدر کھڑا تھا۔حیدر کی مُسکان دیکھ کر افان کو کچھ اچھے کا اندیشہ ہوا اُس کا جو وہ بھی چاہتا تھا ہاں وہ اسی لیے تو دعائیں کر رہا تھا۔
افان نے انہی نم مُسکراتی نظروں سے حیدر سے تصدیق چاہی تھیں

حیدر افان کا اشارہ سمجھتے ہوئے بولا تھا

”ہاں جی بھائی وہ جن آپی کو ہم یہاں لے کر آئے تھے ڈاکٹر نے کہا ہے وہ اب بلکل ٹھیک ہیں“

یہ سُنتے ہی افان بجلی کی سی تیزی باہر نکلتا حیدر کا ہاتھ پکڑے نور کے آپریشن ٹھیٹر والے روم کے باہر آیا تھا

اُس کی تو خوشی کی انتہا نہیں تھی۔اُس کے چہرے پر خوشی اور گھبراہٹ کی ملی جلی کی سی کیفیت تھی وہ ماضی کی کسی کڑوی یاد میں واپس جا رہا تھا

”بتا کیوں مارنا چاہتے ہو تم لوگ نور کو.....بتا؟“

اس وقت آزر اُس دوسرے آدمی کے پیچھے بھاگ رہا تھا یہاں افان اور وہ آدمی اکیلے تھے لیکن افان نے اُس آدمی کو کچھ اس طرح سے پکڑ رکھا تھا کہ اُس کا ہل پانا بھی بے حد مشکل تھا۔

افان مسلسل اُس کی گردن پر زور ڈالے اُس سے پوچھ رہا تھا کہ آخر وہ بول ہی پڑا

"ہاں یہ تو تیری سوچ ہے کہ اُس لڑکی کو ہم

مارنا چاہتے تھے (تھے پر اُس نے کافی زور دیا تھا) کیونکہ مرے گی تو وہ اب بھی یہ جو میرا بھائی بھاگا ہے نا دیکھنا تیری اُس لڑکی کو ہر گز نہیں چھوڑے گا۔ دیکھ لینا تیرا یہ ساتھی خالی ہاتھ واپس آئے گا بلکل خالی ہاتھ اور یہ بھی یاد رکھنا کہ وہ تیرے لیے بہت اہم ہے نا لڑکے اسی لیے اب وہ مرے گی جیسے تیرا بھائی مر گیا تھا پتہ نہیں تو کیسے بچ گیا"

آخری چند الفاظ کچھ کوفت سے بولے تھے اُس آدمی نے

اس سے پہلے کہ وہ اور کچھ بولتا افان نے طیش کے مارے اُسے مارنا شروع کر دیا تھا۔

وہ مار ہی رہا تھا کہ آزر خالی ہاتھ واپس آیا

افان یوں ہی اپنی گہری سوچ میں گُم تھا۔ کہ اُس کے کانوں میں آزر کی آواز آئی

"اندر نہیں جائے گا کیا؟"

افان آزر کی آواز سے جیسے ہوش کی دنیا میں واپس آیا تھا

اور بس حیرت سے کچھ دیر آزر کو دیکھتا رہا کہ پھر کچھ تھکے تھکے اور ہارے ہارے سے قدم لیے انم بیگم کی طرف چل دیا۔ نا جانے کیا کچھ چل رہا تھا اُس کے دماغ میں اور انم بیگم کو وہ کیا کہنے جا رہا تھا۔

آزر بھی یوں ہی بُت بنا کچھ دیر تو اُسے دیکھتا رہا کہ نا جانے کہا جا رہا ہے نور کے کمرے میں اُس کے پاس جہاں سب تھے وہاں کیوں نہیں جا رہا

کہ آزر کے کانوں میں زریشا کی آواز پڑی اُس نے آزر کو بولا یا کے وہ سب کو گھر بھیج دے اور ارم بیگم کو بھی چھوڑ آئے باقی یہ چاروں بعد میں چلے جائے گے جب نور ڈیسچارج ہو گی۔

ڈاکٹر نے کہا تھا کہ اگر تھوڑی دیر تک نور تھوڑی بہتر ہوئی تو اسے ڈیسچارج کر دیا جائے گا ویسے تو نور کو کچھ خاص چوٹیں نہیں لگی تھی لیکن جو سر پر لگی تھی وہ کافی گہری تھی۔

افان یوں ہی خالی خالی نگاہیں چھوٹے تھکے تھکے سے قدم اُٹھاتا ہوا انم بیگم تک آیا تھا۔

انم بیگم اُس کو یوں دیکھ حیران ہوئی تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ پوچھتی افان مدھم آواز میں بولا اُس کی آواز اتنی تھکی ہوئی اور مدھم تھیں کہ انم بیگم اُس

کی طرف پوری طرح سے متوجہ تھیں تو اُن کے کانوں تک اس کی آواز میں ٹوٹے الفاظ سُنائی دیے

"امی مجھے ابھی اسی وقت ہسپتال میں نور سے نکاح کرنا ہے"

اس کی اتنی صاف گوی اور جلد بازی پر انم بیگم کو تو مانو جھٹکا سا لگا تھا
ہاں وہ افان تھا وہ کوئی بھی بات گھومائے پھیرائے بغیر ہی کر دیتا تھا صاف گو تو وہ ہمیشہ سے تھا لیکن اس قدر صاف گوئی اور جلد بازی کی اُمید بھی انم بیگم کو اس سے نہیں تھی
لیکن افان منور سے کوئی بھی کسی قسم کی اُمید رکھنا بھی بیکار بات تھی وہ کبھی بھی کچھ بھی کر دیتا تھا

"کیا کیا کہہ رہے ہو افان تم اس وقت ابھی وہ بیچاری اپریشن تھیٹر سے نکل کر روم میں شفٹ ہوئی ہے ابھی ابھی بلکل"

"تو میں بھی اب ہی کہہ رہا ہو کون سا میں نے اُس کے اوپریشن کے دوران کہا تھا خیر میں ملوی صاحب کو بولا رہا ہو باقی آپ کی زمہ داری"

اور وہ اپنی بات کہہ کر یوں ہی اپنے مقابل کی بات کو اہمیت دیے بغیر چلنے لگا ہاں اکثر معاملوں میں وہ یوں ہی کسی کی نہیں سُنا کرتا تھا اُسے تو بس اب اپنی سنانے کی عادت تھی لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ اب تو ہر مور پر نور اُس کو اپنی ہی سُنانے والی تھی۔ وہ لڑکی کچھ عرصے کے تو سہی تھی اپنے باپ کی موت پر ورنہ وہ اکثر لوگوں کو پاگل کر دیا کرتی تھی

انم بیگم نے منور صاحب کو سارے معاملاے سے آگاہ کیا

پہلے تو منور صاحب کو اپنے بیٹے کی عقل پر نہایت افسوس اور شک وشبہ ہوا کہ یہ لڑکا کیا کہہ رہا ہے کیا یہ اپنے ہواس کھو چکا ہے یا اس کی عقل نے ہی کام کرنا بند کر دیا ہے

پھر وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گے ہوں جیسے انم بیگم اپنی بات پورے کیے یوں ہی ٹکٹکی باندھے انہیں دیکھ رہیں تھیں

"بابا مجھے شادی نہیں کرنی یہ عشق محبت پیار ان سب دور بہت الگ ہے میری دنیا"۔

منور صاحب کو افان کے ہی چند الفاظ دوبارہ یاد آئے تھے
انہیں تو غنیمت سمجھنی چاہیے تھی کہ اُن کے بیٹے نے خود کہہ دیا نکاح کا لیکن اُن کے دماغ میں یہ بات بھی تیزی سے گردش کرنے لگی تھی کہ اگر مان گیا تو ٹھیک ہے لیکن جلد بازی میں ہی کیوں لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اُن کا بیٹا غلط فیصلے نہیں کرتا تو انہوں نے پہلے جانچتی نظروں سے انم بیگم کو دیکھا۔ جس پر انم بیگم نے تو یوں ہی کندھے اُچکادئے مانو کہہ رہی ہوں کہ آپ جانے اور آپ کا بیٹا بعد میں کسی واولے کی ذمہ دار میں نہیں ہوگی

پھر کچھ پُر سوچ انداز میں بولے

"اچھا ارم بھابھی سے پوچھ لوں اگر اُن کو مناسب لگے تو ٹھیک ہے"

"اچھا میں پوچھتی ہو"

ابھی انہوں نے اتنا ہی کہا تھا کہ اُن کو اپنی سرعات سے افان کی آواز سُنائی دی

"کوئی ضرورت نہیں ہے میں پوچھ چکا ہو انہیں کوئی مسلہ نہیں ہے اب چلیں ملوی صاحب آگئے ہیں"

اس سے پہلے کہ وہ لوگ آگے قدم اُٹھاتے منور صاحب کی آواز پر افان کے قدم بھی تھم گئے تھے

"افان !! اور..... نور سے پوچھا ارم بھابھی نے؟"

افان کے چہرے پر دلکش مُسکراہٹ آئی تھی

اور اُس نے سر اثبات میں ہلا کر انہیں یقین دہانی کروائی کہ ہاں پوچھا ہے۔در حقیقت تو یہ نور کی بھی آرزو بن چکی تھی کسی محرم کا ساتھ۔۔۔ محافظ کا ہونا اور اُس کی خواہش اس طرح سے قبول ہو گئی اُس کے وہم و گماں میں بھی نہیں تھا۔اور ارم بیگم کو تو افان ہمیشہ سے ہی بہت پسند تھا اور انہیں پورا یقین تھا کہ افان اُن کی نور کا ہمیشہ اپنی نور جیسے خیال رکھے گا۔

ملوی صاحب آ چکے تھے نکاح ہو چکا تھا زریشا کی آنکھیں بھی یوں ہی بے یقینی کی سی کیفیت میں تھی موتی موتی سو کھا سا پیچھلی روز جیسا کا جل اُس کی آنکھوں میں سجا وہ کسی ٹرانس کی سی کیفیت میں نور کو نکاح کے بول بولتے سُن رہی تھی

قبول ہے

قبول ہے

قبول ہے

اوراب....اب اُس کے گلے لگے خوشی کے آنسوں بہارہی تھی

لڑکیاں بھی کبھی کبھی کچھ عجیب ہوجاتی ہیں خوشی پر بھی آنکھیں ٹمٹمانے لگتیں ہیں اور غم میں بھی آنسو بہاتی چلی جاتی ہیں شاید اسی لیے وہ اکثر زندگی کے سخت حالات میں بھی مُسکرانے کا ہونر رکھتیں ہیں

اُس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ یوں ایک دن اچانک اُس کی بیسٹ فرینڈ کا نکاح اتنی جلدی ہوجائے گا۔ لیکن وہ خوش تھی بہت خوش کیونکہ اُس کی بیسٹ فرینڈ بھی خوش تھی۔

اُس نے دل کی گہرائی سے نور کو مبارکباد دی تھیں آج یوں تو حالات کی سختی سے سب کے دل غمگیں تھے لیکن اب ہر ایک کے دل میں خوشی کی لہر دور گ ئی تھی سب کے چہروں پر مُسکان تھی اور سب کے لبوں پر ان دونوں کے لیے بے شمار دعائیں

سب کو یوں ہی گھر بھیج دیا گیا تھا ابھی سب نور کے گھر ہی چلے گ ۓ تھے انم بیگم ارم بیگم منور صاحب سب گھر پہنچ گ ۓ تھے اس سے پہلے کے ارم بیگم کھانا بنانے کے لیے اُٹھتیں یا کچھ کھانے وغیرہ کا رکھتیں منور صاحب نے انہیں روک دیا

”نہیں بھابھی تکلوف کی کوئی ضرورت نہیں میں نے کھانا اوڈر کر دیا ہے مل کر یہی کھائے گے“

”نہیں بھائی صاحب اس کی کیا ضرورت تھی بھلا میں بنا دیتی“

”ہاہاہا کچھ نہیں ہوتا اب تو آنا جانا لگا رہے گا“

اور یوں ہی وہ تینوں باتوں میں مشغول ہو گ ۓ

رات کے دس بج رہے تھے نور کو ڈیس چارج کر دیا گیا تھا نور، افان آزر اور زریشا چاروں ایک ہی کار میں آ رہے تھے۔

کار خاموش سڑک پر چلتی ہلکا شور پیدا کر رہی تھی لیکن کار کے اندر بیٹھے لوگ نا جانے آج کیوں اتنے خاموش سے تھے۔

یہ سب دیکھتے زریشا نے اس خاموشی کو توڑا تھا۔اور چہرے پر شرارت سجائے بولی تھی۔
ویسے بھی اُسے اُس کی بیسٹ فرینڈ یوں خاموش سی اچھی نہیں لگتی تھی

اُس کے لب ہیلے تھے وہ ہولے سے مُسکرائی تھی اور آنکھوں میں جگمگاتی شرارت جو کہ نور اور افان کو یوں بیٹھے دیکھ کر آئی تھی۔جسے آزر نے بخوبی محسوس کیا تھا۔
ناجانے وہ آج بہت خوش تھی اس بات سے انجان کہ ایک بہت برا غم اُس پر ڈاھنے والا ہے ایسا غم جس کا اُس نے تصور بھی نہیں کیا تھا

زندگی اتنی آسان اور خوشگوار نہیں ہوتی جتنا کہ ہمیں لگتا ہے کہ ہو گی۔

ضروری نہیں کہ گزر چکا وقت آنے والے وقت سے بھاری ہو اکثر گزر چکے سے آنے والا زیادہ بھاری ہوتا ہے اور بات کو تسلیم کرنا اُس آنے والے وقت سے بھی مشکل ہوتا ہے

لیکن وہ....وہ اس سب سے دور اس وقت جی رہی تھی اپنی دوست کی خوشی کو اور بولی

”نور تم نے جنت کے پتے مکمل پڑھ لیا“

نور نے پہلے تو نورمل سے انداز میں بتانا شروع کیا

”ہاں ابھی وہاں تک پڑھا ہے جہاں حیا کو کڈنیپ کر لیتے ہیں“

اور آگے اُس میں مانو کوئی پُر جوش سی لڑکی واپس بیدار ہوئی تھی۔اور زریشا بڑے مزے سے اپنی دوست کو سُننے کے ساتھ ساتھ افان کے تاثرات سے بھی لطف اندوز ہو رہی تھی

''اور یار پتہ ہے پھر جہان تو جیسے پاگلوں کی مانند اُس آدمی کو مار رہا تھا اتنا کہ اگر کچھ پولیس والے اُسے نہ پکڑتے تو وہ اُس آدمی کا قتل کر دیتا اور کیسے نہ کرتا آخر اُس نے جہان کی حیا کو نقصان پہچانا چاہا تھا۔یارررررر (اس نے یار کو لمبا کیا تھا کہ جیسے اپنی خواہش کی گہرائی بتا رہی ہو) مجھےےے نا جہان سکندر کی باتیں جہان سکندر کا حیا کے لیے پریشان ہونا جہان سکند کا ہر قدم پر حیا کا ساتھ دینا مجھےےےے نا!!!!! بہیہتتتتت پسند ہے۔''

یوں کہتے کہتے وہ بیمار سی نور اب وہاں نہیں تھی وہاں تو وہی دیوانی موجود تھی جو باقی سب تو چھوڑ چکی تھی لیکن ناولز پڑھنا اور اپنی چائے وہ نہیں چھوڑ سکی تھی۔ہاں اُس کا دل

کچھ خوش فہمیاہ پالنے کا عادی تھا اتنا عادی کہ چھوڑنا انتہا کا مشکل تھا جیسے روح کے سکون کو چھوڑنا مشکل تھا۔

وہ تو لڑکی معصوم سی کچھ چاۓ کی دیوانی زمانے سے انجانی اپنے آپ میں کھوئی کھوئی جانماز پر روئی روئی زندہ دل سی کبھی کبھی تو پھول سی مرجھائے مرجھائے سی کبھی خوش گوار کلی کھلی کھلی سی

وہ اپنے من مست مگن سی جہان سکندڈ کے قسیدے پڑھتی ہوئی بات سے انجان کے اُس کے پاس کہی سے دل جلنے کی بدبو سی آنے لگی تھی جیسے اُس کے وہاں موجود آزر زریشا نے بخوبی محسوس کیا تھا اور وہ دل وہ دل توافان کا تھا جو ایک سنجیدہ انسان ہونے کے باوجود ایک افسانے ایک کہانی کے کردار سے جلنے لگا تھا۔

اور جب اُس سے برداشت نہ ہوا تو وہ آخر بول پڑا

"ڈاکٹر نے زیادہ بولنے سے منع کیا ہے"

یوں تو وہ کہہ نور کو رہا تھا لیکن نور کے علاوہ سب سمجھ گئے تھے کہ وہ کیوں کہہ رہا ہے۔نور تو کچھ خود میں اس طرح سے مگن تھی کہ وہ یہ تک بھول گئی تھی کہ اب اُس کا نکاح ہوچکا ہے اور جس سے ہوا وہ بھی موجود ہے۔وہ ایک ایسے شخص سے جو اُس سے کسے کے لیے یوں لفظ تک برداشت نہیں کر سکتا تھا اور یہاں تو اُس نے قسیدے ہی پڑھنے شروع کر دیے تھے وہ نون ایسٹوپ سے۔بے شک جہان سکندر ایک کہانی کا کردار تھا لیکن اُسے یہ کردار بھی ناگوارا تھا اُس کا بس چلتا تو اس جہان سکندر کو کہانی سے نکال کر مار ڈالتا لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا وہ ایک خیالی کردار کا قتل کیسے کر سکتا تھا۔

جیسے یہ کہہ کر اُس ذات نے ہی اُس کا مزاق اُڑایا تھا

لیکن پھر وہ بھی اپنی ہی ذات کے ساتھ مل اپنا ہی مزاق بناتا خود ہی قہقہ لگا گیا جس سے وہاں کار کا سرد ہوتا ماحول کچھ ریلیکس سا ہوا تھا۔

اُس کے کہنے پر جیسے نور کے منہ پر تو قفل ہی لگ گیا ہو۔

وہ اس کے اس قہقے سے بہت حیران ہوئی تھی

ہاں لیکن جو لوگ خود پر ہنس لیتے ہیں نہ اُن کو دوسروں کا مزاق اُڑانا دوسروں کی عجیب سرگوشیاں بُری نہیں لگتی کیونکہ وہ اپنے سیاہ اور سفید دونوں کو قبول کر چکے ہوتے ہیں انہیں لوگوں بولنا سوچ میں ضرور ڈبوتا ہے لیکن اس حد تک کہ وہ ڈوب نہ جائے اس گہرے سمندر میں

اور وہ....وہ بھی افان منور تھا کیا ہوا جو وہ جہان سکندر نہ تھا لیکن وہ بھی افان تھا اور افان بھی یوں ہی ہر کسی کو نہیں ملتا ہر کسی ایسی خوش قیسمتی نہیں ہوتی

لیکن نور تھی نور نے اللہ سے وصیلہ مانگا تھا ایک محافظ ایک گائیڈ جو اُسے زندگی کے سفر کی کھوکھلی اور خوبصورت دیواروں کی پہچان کرا سکے اور لوگوں کی سفیدی اور سیاہی کا بتاسکے جو اس کا پاٹنر ہو زندگی بڑھ کے لیے زندگی

بڑھ کی آزمائش میں ڈگمگاتے راستوں میں کچی سڑکوں میں اُس کے ساتھ
چلنے والا وجود اُس کا پاٹنر

اُسے مل گیا تھا۔اب اُسے سمبھال کر کیسے رکھنا ہے یہ اُس پر منصر تھا

کیونکہ اگر اُسے سہارا چاہیے تھا تو پہلے کھڑا بھی اُسی کو کرنا تھا اُس سہارے کو اتنا مضبوط بھی اُسے کرنا تھا کہ وقت آنے پر وہ اپنا غموں کا بوجھ جب اُس پر ڈالے تو اُس کی اپنی زندگی نہ ڈگماگائے بلکہ وہ ایک کھلتی مُسکان کے ساتھ اس کا ساتھ دے

زندگی تو نام ہے کرواہٹ کا میٹھاس تو اُس میں ہمیں خود بھرنی ہو گی۔
مشکلیں تو حصہ ہے زندگی کا مقابلہ کچھ اس طرح کرنا ہے ان مشکلوں کے کھنجر کا کہ مضبوط ہیرے جیسے ہو جائے کہ کوئی جتنا بھی کھنجر کی مانند وار کرے آپ پر آپ چمکتے رہے ہیرے کی طرح خوبصورت رہے اُس کے ظاہر کی طرح لیکن اگر کھوکھلے ہو جائے اس اندر کی طرح مسلسل وار وجہ سے تو روکیں...اور

ذرا ٹھہرے.....اللہ سے بات کریں اللہ کو بتائی یں تاکہ اللہ آپ کا خالی پن آپ کا کھو کھلہ پن ختم کر کے نیا راستہ بتا دے

نور کو بھی اپنا نیا راستہ مل گیا تھا۔اور اس راستے پر چلنے کے لیے اللہ کی طرف سے وصیلہ بھی جس کا ہاتھ تھام کر وہ اللہ کے راستہ پر باآسانی چل سکتی تھی جس کو اللہ نے اُس کے لیے اُس کی ڈھال بنایا تھا اُس کا محافظ صرف اُس کی کہانی کا ہیرو

اُن کی کار ہواؤں سے باتیں کرتی اب گھر کے آگے روکی تھی۔ انم بیگم ارم بیگم اور منور صاحب جہاں اُن سب کا انتظار کر رہے تھے وہ لوگ جیسے ہی اندر آئے وہ سب اُس سے گلے ملے تھے پہلے تو اُسے سمجھ نہیں آیا تھا کہ کیوں مل رہے ہے پھر افان کو دیکھتے ایک بار پھر نکاح کا سارا منظر اُس کی خیالوں کے چکر میں گھوما تھا۔

وہ سب سے مل کر زرمیشا کے ہمراہ اپنے کمرے میں چل دی

کچھ ہی دیر میں وہ سب کھانے کی ٹیبل پر بیٹھے کھانے کے لیے بیٹھے تھے وہی نور یوں ہی اپنی چاولوں کی پلیٹ میں چیچ چلا رہی تھی وہی افان کی نظر بار بار بھٹک کر نور طرف جا کر

پلیٹ تک جلدی سے واپس آتی تھی کہ کہی کوئی دیکھ نہ لے لیکن آزر اور زریشا یہ تمام نظارہ دیکھ مُسکرا رہے تھے

کھانا کے بعد نور نماز ادا کرنے کے غرض سے کمرے میں چلی آئی تاکہ اُسے باہر افان کے سامنے نہ بیٹھنا پڑے لیکن اٹھتے اٹھتے بھی اُس کی نظر افان کی نظر ٹکرائی تھی پھر وہ نظریں چُراتی کمرے میں آگ ئی وہی زریشا بھی اُس کے ہمراہ اندر آئی تھی اندر آتے ہی زریشا جو صرف مُسکرا رہی تھی اس مسکراہٹ گہری ہوتی اُس کی ہنسی نکل آئی زریشا کے ہسنے کی آواز سے شیشے کے آگے بال کھولے کھری نور جیسے ہوش کی دنیا میں واپس آئی تھی اور زریشا کو دیکھتے ہوے اُس نے اپنے بالوں کو واپس پونی میں قید کیا تھا جو ابھی ابھی اس نے کھولے تھے

کہ زریشا نے اُسے چھیرنے کے لیے گانا گانا شروع کیا تھا

"پہلا پہلا پیار ہے پہلی پہلی بار"

ساتھ ہی آنکھوں میں شرارت سموئے وہ اُس کے پاس آکر اُس کے کندھے پر کونی رکھے ہوئے تھی

کہ نور اپنا کندھا نیچے کرتے ہوئے اُسے اُس کی شرارت اپنی وہی پرانے شراتی سے انداز میں جواب دیا تھا

"نہیں جی اب ایسا بھی نہیں ہے"

وہ بھی وہی شرارتی نظروں سے مسلسل نور کو تنگ کرنے پر لگی ہوئی تھی دونوں آئی بروز اوپر اٹھا کر پوچھا

"اووہ ریلی!!! تو پھر کیسا ہے"

یوں ہی وہ دونوں اپنے میں مگن تھی کہ زریشا کا فون بجا تھا فون کی روشن سکرین پر امی جان لکھا جگمگا رہا تھا

اُس نے ویسے ہی پُر جوش سے انداز میں پہلی بیل پر ہی کال ریسیو کرلی تھی

نور بھی اُسے بات کرتے دیکھ واشروم میں وضو کرنے چل دی

لیکن زرمیشا نے جو فون پر سُنا اُسے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا اور باہر کی طرف بھاگی تھی۔اور

آنکھوں میں نمکین پانی لیے آزر کے پاس آئی اور "آزر جلدی چلیں"

کی رٹ لگا کر بیٹھ گ ئی تھی وہ سکون وہ خوشی آنکھوں میں جلمیلاتی شرارت

اب کہی نہیں تھی کچھ تھا تو بس اُس کی آنکھوں میں آنسو اُس کی آنکھوں میں

پھیلے لہوں کے رنگ اور فکر کسی اپنے کی فکر کسی کو کھو دینے کی فکر

ابھی وہ آزر کو جانے کے لیے کہہ ہی رہی تھی کہ دھرم سے وہ زمین بھوس ہو گ ئی

کیونکہ صبح سے تو ویسے بھی کسی نے بھی کچھ نہیں کھایا تھا اور ابھی زرمیشا کے سر درد نے

اُس کھانا کھانے نہیں دیا تھا صبح سے ہی یوں اچانک نیند اُٹھنے کی وجہ سے اُس کے سر میں

درد تھا

جس کے باعث اس سے کھانا بھی نہیں کھایا گیا تھا

آزر اُسے پکڑ کر نور کے کمرے میں لے گیا نور بھی جلدی سے ڈوپٹہ لپٹتی واشروم سے نکلی تھی۔

اور سامنے لیٹی زریشا کو یوں بے سُدھ لیٹا دیکھ کر تو جیسے اُس کی جان حلق میں اٹک گئی ہو

اس سے پہلے کہ وہ زریشا کے پاس پہنچتی زریشا کا فون پھر بجا تھا جس کو اب کی بار آزر نے ریسیو کیا تھا۔

"اَلسَلامُ عَلَیکُم آنٹی"!!

سامنے زریشا کی امی نے روتے ہوئے بغیر وقت ضائع کیے بولنا شروع کیا

آزر بیٹا تم لوگ ابھی تک آئے نہیں میں نے زریشا کو بتایا بھی ہے اُس کے بابا کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے تو تم

لوگ جلدی آجاؤں ویسے تو ڈاکٹر کہہ رہا ہے اتنی چوٹ نہیں لگی لیکن کچھ بول نہیں سک رہے اور کیوں بول نہیں سک رہے یہ ابھی ڈاکٹرز نے

نہیں بتایا اور ہاں تمھارا کوئی دوست ہے افان وہ مسلسل نام لیکھ کر اُس پر اشارہ کرر رہے ہے ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ وہ اُس سے ملنا چاہتے ہیں"

آزر کو یہ سن کر نہایت حیرت ہوئی تھی کہ وہ بھلا افان کو کیوں بولا رہے ہیں

لیکن ابھی اُس کے پاس سوچنے کا وقت نہیں تھا تو وہ سب کو تفصیل سے آگاہ کرتا افان اور منور صاحب کے ہمراہ نکل ہی رہا تھا کہ پھر افان کے کانوں میں کوئی زہریلی آواز گونجی تھی

"بہت عزیز ہے نہ تجھے وہ لڑکی۔۔۔وہ مرے گی اب بھی"

افان جھر جھری لی اور پھر کچھ سوچتا ہوا بولا

"بابا آپ یہاں ان سب کے پاس رو کیں ہم وہاں سب دیکھ لیں گے اور اگر کوئی مسلہ ہو تو ہمیں بتا دینا"۔

اور پھر وہی سامنے والی کی بات سُنے بغیر نکل گیا

"چل آزر"

پیچھے منور صاحب اپنے بیٹے کی اس جواب نہ سوننے والی عادت پر افسوس کرتے غصے میں اندر کی جانب چل دیے

وہاں افان اور آزر ہسپتال پہنچ چکے تھے اب کے وہ زرمیشا کے باپ کے پاس بیٹھے اُن کی باتیں سمجھ رہے تھے اور جیسے وہ انہیں اشاروں سے اپنی بات سمجھا رہے تھے وہ دونوں سب یاد کرتے اپنے عقل پر افسوس کرنے لگے تھے

”مجھے باہر سڑک سے گزرتے وقت کب اُٹھالیا مجھے کچھ معلوم نہ ہو سکا جب میں ہوش میں آیا تو میری آنکھوں پر کالا رومال تھا۔ مجھے وہاں یوں پٹی باندھے پورے اس ہفتے تک رکھا ہوا تھا“

آزر کی زبان سے اچانک پھسلا

”مطلب میری اور زریشا کی شادی کی بات آپ نہیں کی مجھ سے“

جس انور صاحب نے سر نفی میں ہلایا اور پھر کیلینڈر کی طرف اشارہ کیا جیسے وقت اور جگہ جاننا چاہتے ہوں

اور جیسے ہی آزر نے انہیں دن بتایا تو اس انکشاف پر آزر دو را فان کی آنکھیں حیرت سے اور باہر نکل آئی

”یعنی اُس دن بیسمینٹ میں اُس کار میں آپ اور آپ کا بہروپیا دونوں تھے“

آزر کی بات سے افان نے بھی اتفاق رکھتے ہوئے کہا

”جس دن تونے بیسمنٹ میں دیکھا تھا کہ ان کی کار میں دو لوگ ہے جبکہ تیرے پاس انور انکل اکیلے آئے تھے مطلب وہ یہ نہیں ان کا بہہ روپیا تھا“

جس پر آزر اور انور صاحب دونوں نے ہی اثبات میں سر ہلایا تھا

پھر انور صاحب دوبارہ اشاروں سے اپنی بات سمجھانے لگے

”اور پھر جب آج وہ لوگ مجھے چھوڑ رہے تھے تو انہوں نے مجھے ایک کار میں ڈال کر سڑک کے بیچوں بیچ کھڑا کر دیا وہ تو میری قسمت اچھی تھی کہ مجھے کسی کار نے ٹھوکر نہیں ماری اور کسی اچھے انسان میری حالت دیکھ کر مجھے ہسپتال پہنچادیا اور وہ آدمی میرا ویزا اور

سب کچھ لے کر آمیریکہ سے ائیر پوٹ پر گیا ہے اُس فلائیٹ ہے میں نے اسے بات کرتے سُنا کہ وہ تمھارا نام لے رہا تھا"

انہوں نے افان کی طرف اشارہ کیا تھا

"کچھ یوں بات کر رہا تھا کہ تمہیں سب معلوم ہو گیا ہے اور اب وہ یہاں سے جلد از جلد نکل جائے گا اور تم نے اُس کے جس ساتھی پکڑا تھا اُسے زہر بھی اُسی نے دیا تھا"

کہ اچانک آزر اور افان کو یاد آیا تھا کہ وہ انسان اسی لیے یوں تیزی سے بھاگا تھا کہ ہم اُس کی شکل نہ دیکھ سکے

اور پھر دونوں نے ایک ساتھ ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا اور دونوں باہر کار کی طرف بھاگے تھے

اوراُن کی کارہواؤں سے باتیں کرتی اب امیریکہ کے ائیر پوٹ پر روکی تھی

وہی نورپریشان پریشان سی نمازپڑھ کراب زرمیشاکے پاس بیٹھی تھی۔

ڈاکٹر بھی زرمیشاکادھیان رکھنے کا کہہ کہ اُسے گلوکوس کی ڈریپ لگاگ ئی تھی

اب زرمیشابے سودوجودمیں لرزش آنے لگی تھی

"زرمیشازرمیشا"

نورفکرمندی سےاُسے پوکاررہی تھی۔

"زرمیشاتم ٹھیک ہو؟"

زرمیشا اپنی نیم بیہوشی سے بیدار ہوتی آہستہ آہستہ آنکھیں کھول رہی تھی

اور یوں ہی مدھم تھکے تھکے انداز میں نیم بہوشی میں بول رہی تھی

"بابا!! بابا ٹھیک ہے نا"

کہ نور نے اُسے تسلی دیلائی

"زرمیشا سب ٹھیک ہیں وہاں تمھارے بابا بھی اب ٹھیک ہیں"

ابھی نور کہہ ہی رہی تھی کہ زرمیشا کی آنکھوں سے یوں ہی آنسو جاری ہو گ ئے اور
اُس منہ سے بس یہی الفاظ ادا ہونے لگے تھے

"نہیں پھر بھی مجھے اُن کے پاس جانا ہے"

اور زار و قطار رونا شروع کر دیا تھا۔

آزر نے زرمیشا کی امی کو زرمیشا کی حالت کے بارے میں آگاہ کر دیا تھا اور نور کو انور صاحب کی کہہ انور صاحب ٹھیک ہیں اور خطرے والی کوئی بات نہیں ہے

لیکن زرمیشا بھی کرتی تو کیا کرتی اُس کے پاس تو بیٹی کا دل تھا اُس باپ پر آنچ آتی تو وہ سہم جاتی اور یہاں یہاں تو وہ ہسپتال تک پہنچ گ ئے تھے

زرمیشا کو اس طرح روتے دیکھ نور نے اُسے فورًا گلے لگایا تھا

آہستہ سے اُسے سمجھاتی رہی دیلاسہ دیتی رہی۔ لیکن زرمیشا تو یوں ہی بچوں کی مانند اُس کے گلے لگے رو رہی تھی نور اُس کا غم سمجھتی تھی وہ اس سے بڑے امتحان سے ہو کر آئی تھی ایسا اُسے لگتا تھا لیکن درحقیقت نور کا غم اُس کے لیے بہت بڑا تھا لیکن زرمیشا کا اُس سے کم نہ تھا۔

نور بھی ابھی اپنی دوست کے ساتھ یوں گلے لگے اُس کے آنسو صاف کرتی رہی آخراب اُس کی باری تھی اپنی دوست کے ساتھ اُس کے غم میں کھڑے ہونے کی جیسا کہ وہ ہمیشہ نور کے ساتھ کھڑی ہوا کرتی تھی

وہ یوں ہی اُسے چُپ کرا رہی تھی کہ ارم بیگم کھانا لے آئی تھی اُس کے لیے وہ کھانا کھاتے ہوئے بھی کسی بچوں کی مانند رو رہی تھی۔نور نے بہت مشکل سے اُسے تھوڑا کھانا کھیلایا تھا

آزر اور افان ائیر پوٹ کے اندر داخل ہو چکے تھے افان کے پولیس افیسر کے کارڈ پر انہیں مزید اندر تک جانے کی بھی اجازت مل گئی تھی وہ یوں چاروں اطراف اپنی نظر دوراتے اُس شخص کو تلاش کر رہے تھے کہ اُن کی تیز قدم اُٹھاتے اُس آدمی پر پری تھی ہاں اُسی آدمی پر جس کی اُن دونوں کو تلاش تھی۔وہ دونوں بھی چوکنا ہوتے قدم لیے اُس کی طرف بڑھ رہے تھے لیکن وہ آدمی انہیں دیکھ چکا تھا۔اور کچھ آگے جاتے ہی اُس نے تیزی سے بھاگنا شروع کر دیا آزر اور افان اُس کا ارادہ بھانپتے ہوئے اُس طرف لپکے تھے اور اب کی بار ایک طرف افان اور دوسری

طرف آزر تھا اُس کے پاس بھاگنے کا کوئی راستہ نہ تھا تو اُس نے افان کو مکا مارنا چاہا لیکن افان نے نیچے ہوتے ہوئے اُس کی تمام کوشش ترک کرتے ہوئے ایک ہاتھ سے اُس کا مکے بنے ہاتھ کو پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے اُس کے منہ پر مکہ مارا تھا کچھ دیر وہ مزاحمت کرتا رہا لیکن پھر افان اور آزر اُسے سیدھا پولیس اسٹیشن لے گئے افان کے پولیس اسٹیشن وہاں چل کے اُس کی خوب پوچھ تاج کی گئی کہ آخر اس نے علیان کو کیوں نارا اور نور کو کیوں مارنا چاہتا تھا

تو انہیں معلوم ہوا کہ علیان نے کافی عرصے پہلے اس کے سمگلیگ کیے گے ڈرگھس پکڑوائے تھے اور وہاں اہم موقع پر اتفاق سے علیان اُس وقت چلا گیا تھا کسی ضروری کام سے اور وہاں افان کھڑا تھا افان تو اُس وقت اس بات سے بھی انجان تھا کہ علیان اسے کیس کو دیکھنے کے لیے وہاں چھوڑ کے گیا تھا اُسے تو لگا تھا یوں ہی ٹریفک کی وجہ سے کچھ ہوا ہے جس کے باعث اُسے یہاں بیٹھنا پر رہا ہے اس بات سے انجان کے وہ جہاں بیٹھا وہ کسی اور کی نہیں اُسی کے بھائی کی سیٹ تھی

علیان بھی اس بات سے انجان کے کوئی اُس کے قتل کی آڑ میں اُس کے بھائی کو مارنا چاہتا تھا اُس کے جان سے عزیز بھائی کو لیکن یہاں بھی تو علیان نے انہیں مات دے دی تھی یہ دیکھا دیا کہ اُس کے ہوتے ہوئے کوئی کیسے افان کو کچھ کر سکتا ہے جب علیان اور افان کی کار کھائی میں گری تو افان کا سر بونٹ پر لگنے کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا تھا جبکہ علیان بیلٹ پہننے کے باعث بچ گیا تھا اُس نے رسی کی مدد سے افان کو تو اوپر تک پہنچا دیا تھا لیکن جیسے ہی وہ اوپر آنے لگا رسی ٹوٹ گئی تھی وہ اس عارضی دنیا سے پرواز کر چکا تھا۔

اُس آدمی پھانسی کی سزا سُنا دی گئی۔

انور صاحب بھی گھر آ چکے تھے ان دونوں میں ان سب نے کتنا کچھ سہہ لیا تھا

"ہاں سچ میں خوشیاں بہت خوددار ہوا کرتی ہیں اپنے آنے سے پہلے اپنی قیمت غم و سزا کی صورت میں وصول کر لیا کرتیں ہیں"

وہ گھڑی پہنتا باہر نکل آیا تھا۔ باہر آزر افان کا انتظار کر رہا تھا

”چلے اب ابھی دونوں کو پالر سے بھی لینا ہے“

”ہاں ہاں چل جلدی کر ہاں اور تو نے اُس کا پوچھ لیا وہ پہنچ گئی ہے کیا ہال میں ؟“

”ہاں میری بات ہوئی ابھی وہ پہنچ گئی ہے“

دونوں کی کار تیزی سے ہواؤں سے باتیں کرتی ایک پالر کے آگے روکی تھی۔
جہاں سے دونوں خوبصورت سی لڑکیاں اپنے چہروں کے گرد نفاست اسکارف باندھے
کام والے سوٹ پہنے ہوے کار میں آکر بیٹھ گئی تھی۔
اور وہ دونوں ان سال بھر کی دہلنوں کی ہمیشہ خوبصورتی پر انہیں یوں ہی دیکھتے جا رہے تھے
ایسے جیسے پلک جھبکانہ ہی بھول گئے ہوں لیکن پھر کچھ دیر میں ہی وہ ہوش کی دنیا
میں واپس آئے اور کار کو دوراتے ہوے ایک خوبصورت سے ہال کے آگے

روکا تھا اب وہ چاروں اپنی مشکلوں سے لڑتے اپنی زندگی کو خوشی نظر کرچکے تھے

وہ سب مُسکراتے ہوئے داخلی دروازہ عبور کرتے ایسٹیج تک آئے تھے جہاں زویا عروسی لباس پہنے اسد کے ہمراہ بیٹھی تھی ویسی تو زریشا اور نور دونوں ہی نے حجاب کیا ہوا تھا لیکن اس سے اُن کی خوبصورتی میں شگاف نظر نہ آتا تھا آزر اور افان بھی پینٹ کوٹ میں ملبوس مہمانوں سے کرنے میں مصروف ہوگ ئے تھے اور نور اور زریشا اب زویا سے پوچھ رہی تھیں

"کچھ چاہیے تو نہیں تم ایزی ہو کر بیٹھی ہو نا"

اور وہ ان کے تمام سوالوں کے جوابات پر نفی میں تو کبھی اثبات میں سر ہیلا دیتی

وہی منور صاحب انم بیگم ارم بیگم انور صاحب اور زرمشا کی امی سب ہی اپنے بچوں کو خوش دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کرنے لگے

وہ اسد بھی یوں ہی ٹکٹکی باندھے زویا کو دیکھتا جا رہا تھا۔ کہ افان اور آزر اُس کو چھیڑنے کے غرض سے بولے

”اوئے بیٹا شکر کروں ہماری وجہ سے تمہیں پاپڑ نہیں بیلنے پڑے“

ایک دم سے اپنے پاس کسی کی سرگوشی پر اسد نے مڑ کر آزر اور افان کو حیرت سے دیکھا اور بولا

”کون سے پاپڑ بھائی“

” وہی جو آپ کو بیلنے نہیں پڑے میری وجہ سے“

آزر نے شوخ سے انداز میں کہا اور اپنی بات مکمل کرنے لگا

"اگر میں افان تم دونوں کا ہسپتال والی بات نا بتاتا نا تو بیٹا"

اُس نے بیٹا کو کھینچا تھا مانو آگے کی بات سے وہ خود واقف ہے

کہ اُس کی بات پر افان بھی بول پڑا

"وہی میں سوچوں میں نے تو بس تجھے بتایا تھا کہ میں ہسپتال ہو"

افان نے آزر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا

"اور پھر سارا خاندان کیسے پہنچا پڑا تھا اصل میں تو اس نے ہی زویا کو بتایا تھا وہ تو سائیڈ میں زویا کو ہی میسج کرنے گیا تھا ناں؟"

آزر بھی اُسے تنگ کرنے کے غرض پھر بولا

''ہاں بتا بتا تو نے بتایا تھا ناں''

کہ اسد تھوڑا جھیجھکتا ہوا بولا

''ہاں بتایا تھا تو''

آزر اور افان بھی اُس کے اس انداز پر ہنس دیے

اور یوں ہی سب اپنی اپنی خوشی قیمت ادا کرتے سنگ چل رہے تھے۔

Novel Hi Novel & Online Web Channel

السلامُ علیکم !

ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل آپ کے لیے لایا ایک سنہری موقع

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنے قلم کی آواز کو لوگوں تک پہچانا چاہتے ہیں، تو اپنی لکھی گئی کوئی بھی تحریر (حمد، نعت، ناول، افسانہ، آرٹیکل، ریسیپی، نظم، غزل، اقوال) یا جو بھی آپ کے ذہن میں ہو اور آپ لکھنا چاہتے ہیں، ہم تک پہچائیں۔ ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل بنے گا وہ سیڑھی جو آپ کو آپ کی پسندیدہ ویب سائیٹ تک پہنچانے کا ذریعہ بنے گا۔ اگر آپ اپنی تحریریں ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل کی ویب سائیٹ میں دینا چاہتے ہیں تو رابطہ کریں۔ ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل آپ کو آپ کے عین مطابق پلیٹ فارم مہیا کر رہا ہے تو جلدی سے قلم اٹھائیں اور لکھ ڈالیں جو آپ کے ذہن میں مرکوز ہے۔ شکریہ !

اپنی تحریریں ہمیں اس پتہ پر ارسال کریں۔

NovelHiNovel.Com & OnlineWebChannel.Com

NovelHiNovel & OWC Official

NovelHiNovel@Gmail.Com

OnlineWebChannel @Gmail.Com

03155734959

ختم شُد

اگلا ناول صرف ناول ہی ناول "اور" آن لائن ویب چینل پر

NovelHiNovel.Com

OnlineWebChannel.Com

Novel Hi Novel & Online Web Channel

السلام علیکم !

ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل آپ کے لیے لایا ایک سنہری موقع

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنے قلم کی آواز کو لوگوں تک پہچانا چاہتے ہیں، تو اپنی لکھی گئی کوئی بھی تحریر (حمد، نعت، ناول، افسانہ، آرٹیکل، ریسیپی، نظم، غزل، اقوال) یا جو بھی آپ کے ذہن میں ہو اور آپ لکھنا چاہتے ہیں، ہم تک پہچائیں۔ ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل بنے گا وہ سیڑھی جو آپ کو آپ کی پسندیدہ ویب سائیٹ تک پہنچانے کا ذریعہ بنے گا۔ اگر آپ اپنی تحریریں ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل کی ویب سائیٹ میں دینا چاہتے ہیں تو رابطہ کریں۔ ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل آپ کو آپ کے عین مطابق پلیٹ فارم مہیا کر رہا ہے تو جلدی سے قلم اٹھائیں اور لکھ ڈالیں جو آپ کے ذہن میں مرکوز ہے۔ شکریہ !

اپنی تحریریں ہمیں اس پتہ پر ارسال کریں۔

NovelHiNovel.Com & OnlineWebChannel.Com

NovelHiNovel & OWC Official

NovelHiNovel@Gmail.Com

OnlineWebChannel @Gmail.Com

03155734959